إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا

الفضل قادیان

ہفتہ میں دوبار

ایڈیٹر:- غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۸۵۳

قیمت سالانہ پیشگی ۶ روپے

قیمت فی پرچہ ۱ آنہ

نمبر ۶۶ | مورخہ ۲۱ فروری سنہ ۱۹۳۰ء | یوم جمعہ | مطابق ۲۱ رمضان سنہ ۱۳۴۸ھ | جلد ۱۷

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھی ہے۔

۱۶- فروری جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ناظر تعلیم و تربیت سلسلہ کے کام کے لئے لاہور تشریف لے گئے۔ ان کی جگہ جناب چودھری فتح محمد صاحب انچارج ہوتے۔

مولانا غلام رسول صاحب راجیکی ان دنوں جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیم و تربیت کے لئے لاہور متعیم ہیں۔ جہاں آپ قرآن کریم کا درس دیتے ہیں۔ اور تبلیغ بھی کرتے ہیں۔

ایک انگریز نو مسلم کا خواب اور اس کی تعبیر

قادیان اور سلسلہ کی ترقی

ایک مخلص انگریز نو مسلم نے جو اسلام کے سب احکام نماز روزہ وغیرہ کے بفضلِ خدا پوری طرح پابند ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اپنا ایک خواب تحریر کر کے حضور سے اس کی تعبیر دریافت کی۔ ذیل میں خواب اور اس کی تعبیر درج کی جاتی ہے۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں۔

خواب

میں نے دیکھا۔ میں برادر احمد گل صاحب کے ساتھ قادیان گیا ہوں۔ وہاں پہونچنے پر میں نے حضور کو ایک عمارت کے باہر کھڑے دیکھا جو میرے خیال میں مہمان خانہ ہے۔ حضور ہر ایک کو دیکھکر مسکرا رہے تھے۔ جو بات میں نے خصوصیت سے دیکھی۔ یہ تھی۔ کہ حضور کے ڈاڑھی نہیں ہے۔ حالانکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ کہ حضور ڈاڑھی رکھتے ہیں۔ اسی وقت آپ نے اپنے ایک خادم سے مشفقانہ طور پر مسکراتے ہوئے گھر کے اندر چلے جانے کو کہا۔ کیونکہ صحن میں بہت سے مہمان جمع تھے۔ پھر حضور نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ہم دونوں ہاتھ میں

خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اس طرح بال رکھنے کو ناپسند کیا ہے مجھے ایسے بالوں سے اس لئے نفرت ہے۔ کہ اس طرح مردوں میں زنانہ نزاکت پیدا ہوتی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ یہ اسلامی شعار کے خلاف ہے ڈاڑھی منڈانے والوں کے متعلق میں تحقیقات کرونگا۔ کیونکہ یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ کہ ہمارے بچوں کی تربیت جن لوگوں کے سپرد ہو۔ وہ اس طرح

اسلامی شعار کی تحقیر

کریں۔ مگر میں کہتا ہوں۔ اگر کوئی استاد ڈاڑھی منڈاتا ہے تو کیا ہوا۔ کیا گورنر اور وائسرائے ڈاڑھی نہیں منڈاتے۔ جو ہمارے حاکم ہیں۔ ہاں ہر شخص کو اپنی چیز بڑی نظر آتی ہے۔ اس لئے طالبعلموں کے نزدیک

استادوں کا ڈاڑھی منڈانا

بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مگر ان سے بھی بڑے ڈاڑھی منڈاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مرنے پر جب لوگ رو رہے تھے۔ تو ایک چوہڑے نے پوچھا۔ کیا ہوا ہے۔ کیوں لوگ روتے ہیں۔ کسی نے بتایا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ مر گئے ہیں۔ یہ سن کر اس نے لمبی آہ بھری۔ اور کہنے لگا۔ باپو جیسے مر گئے۔ تو رنجیت سنگھ کا کیا ہے۔ تو گورنر بھی ڈاڑھی منڈاتا ہے۔ اس سے بڑا وائسرائے بھی منڈاتا ہے۔ پھر وزیر ہند اور وزیر اعظم بھی منڈاتے ہیں۔ بادشاہ نے رکھی ہوئی ہے مگر اس کے متعلق بھی بحث ہو رہی ہے۔ کہ آئندہ شہزادہ ویلز جب بادشاہ ہوں۔ تو ڈاڑھی رکھیں۔ یا نہ رکھیں۔ پس جب سارے کے سارے حکمران ڈاڑھی منڈاتے ہیں۔ تو وہ باپو کس شمار قطار میں۔ جیسے طالب علم پیش کرتے ہیں۔ یہ ہمارا کام ہے۔ اور ہماری ذمہ واری ہے۔ کہ اگر کوئی استاد ڈاڑھی منڈاتا ہے۔ تو اس کے متعلق نوٹس لیں۔ طالب علموں کے کام سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ بعض

استاد سگریٹ پیتے ہیں

یہ بات بھی ہمارے لحاظ سے تو اہم ہے۔ مگر طالب علموں کے لحاظ سے نہیں۔ میرے لحاظ سے اس لئے۔ کہ ایسا شخص اس نظام کی جس کی نگرانی میرے سپرد ہے۔ خلاف ورزی کرتا ہے۔ مگر تمہارے نزدیک اس کی حقیقت ایک مرے ہوئے کتے جتنی بھی نہیں۔ دیکھو کئی سکولوں کے استاد شراب بھی پیتے ہیں۔ ڈاڑھی تو پھر بھی بادشاہ نے رکھی ہوئی ہے۔ مگر شراب بادشاہ بھی پیتا ہے۔ پھر کیا اگر کسی سکول کا کوئی انگریز استاد شراب پیئے۔ تو اس میں پڑھنے والے طلبا کہہ سکتے ہیں۔ ہم کیا کریں۔ جب استاد شراب پیتا ہے۔ ہمارے احمدی طلبا کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ اور کالجوں کے کئی

پروفیسر شراب پیتے ہیں۔ مگر طالب علم نہیں پیتے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اگر کسی پروفیسر کا کھانا کالج میں ہی لڑکوں کے سامنے آئے۔ تو اس کے ساتھ شراب کی بوتل بھی ہو۔ پس اگر کالجوں میں پڑھنے والے طلبا اپنے استاد کو شراب پیتا دیکھکر۔ شراب پینے نہیں لگ جاتے۔ تو تم کسی استاد کو ڈاڑھی منڈا دیکھکر کیوں ڈاڑھی منڈانے لگ جاؤ۔ تمہیں تو ڈاڑھی رکھکر ایسے

استاد کو شرمندہ کرنا چاہئے

اسی طرح اگر کوئی استاد سگریٹ پی رہا ہو۔ اور کوئی لڑکا اسے کہے۔ ماسٹر صاحب یہ کام اچھا نہیں۔ تو کیا ہی اچھی بات ہو۔ اسی طرح اگر استاد تہجد نہیں پڑھتا۔ اور لڑکے تہجد پڑھیں۔ استاد نماز نہیں پڑھتا۔ لیکن لڑکے باقاعدہ نماز پڑھیں۔ استاد تبلیغ کے لئے نہیں جاتا۔ مگر لڑکے جائیں۔ استاد قرآن نہیں پڑھتا مگر لڑکے پڑھیں۔ تو استاد خود بخود شرمندہ ہوگا۔

یہ بھی لکھا گیا ہے۔ کہ استاد سٹڈی کے وقت قرآن نہیں پڑھنے دیتے۔ ایسے وقت تلاوت کرنا تو

بہانہ

معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی طالب علم سٹڈی کے وقت مصلیٰ لیکر بیٹھ جائے۔ اور کہے میں ذکر الٰہی کر رہا ہوں۔ تو استاد کا فرض ہے کہ اسے روکے۔ ایسے استاد کو میں بے دین نہ کہوں گا۔ بلکہ فرض شناس کہونگا۔ کیونکہ وہ

بے موقعہ کام

سے روکتا ہے۔ اور بے موقعہ اچھے سے اچھا کام بھی بُرا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ ہاں اگر کوئی استاد سٹڈی کے وقت قرآن کا سبق یاد کرنے کے لئے جتنے وقت کی ضرورت ہے۔ اس سے روکتا ہے۔ تو یہ شکایت معقول ہو سکتی ہے۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ طالب علم خود دینی کاموں کی طرف توجہ کرینگے۔ صیغہ جات کو بھی ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ حیرانی کی بات ہے۔ کہ

مقامی صیغہ

موجود ہو۔ مگر وہ مقامی نقائص نہ دیکھ سکے۔ یہ بات میری سمجھ سے باہر ہو گئی ہے۔ یہ تو میں نہیں کہونگا۔ مگر یہ کہتا ہوں۔ کہ سمجھ سے باہر ہوتی جا رہی ہے۔ اگر

ہمدردانہ طور پر

باتیں کرنے کا ذمہ وار لوگ موقعہ دیتے۔ اور جس طرح میں نے کہا ہے۔ کہ مجھ میں اور جماعت کے لوگوں میں کوئی واسطہ نہیں۔ اسی طرح ناظر اور ہیڈ ماسٹر اور دوسرے ذمہ وار اصحاب۔ طلبا اور اپنے درمیان واسطہ نہ رکھیں۔ بلکہ براہ راست انہیں باتیں کرنے دیں۔ تو اس سے بہت سے فوائد ہو سکتے ہیں۔ اور کوئی نقص نہ ہوگا۔ میں

طالب علموں کو خصوصیت سے

پھر توجہ دلاتا ہوں۔ اور آج کا خطبہ تو انہی کے لئے ہو گیا ہے۔ اس لئے انہیں زیادہ قدر کرنی چاہئے۔ میرے پچھلے خطبہ کے نتیجہ میں مدرسہ احمدیہ کے طالب علموں نے تبلیغی اشتہار کی اشاعت میں حصہ لیا ہے۔ مقامی جماعت نے اگرچہ ابھی تک اسکے متعلق کچھ نہیں کیا۔ لیکن مدرسہ احمدیہ کے طلبا نے دو ہزار اشتہار کا اور جامعہ والوں نے تین ہزار اشتہار کا خرچ اپنے ذمہ لیا ہے۔ مدرسہ احمدیہ والے چونکہ پہلے آئے۔ اور جامعہ والے بعد میں۔ اس لئے میں نے مدرسہ احمدیہ والوں کا پہلے نام لیا ہے۔ گو جامعہ کے طلبا تھوڑے ہیں۔ اور انہوں نے زیادہ تعداد میں اشتہار لئے ہیں۔ مگر امید ہے۔ وہ اس ترتیب کی یہ وجہ سمجھ لیں گے۔ کہ

الفضل للمتقدم

مدرسہ ہائی کے طلباء کے متعلق سنا ہے۔ کہ وہ بھی کوشش کر رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ استاد دلچسپی نہیں لیتے۔ انہیں معلوم ہو ہم نے

طالب علمی کے زمانہ

میں صرف سات لڑکوں نے رسالہ جاری کر دیا تھا۔ تین روپے ماہوار مجھے جیب خرچ ملا کرتا تھا۔ اس میں سے ایک روپیہ میں رسالہ کے لئے چندہ دیا کرتا تھا۔ بے شک اس زمانہ میں چیزیں سستی ہوتی تھیں۔ مگر پھر بھی ایک طالب علم کے لئے تین روپوں میں سے ایک دیدینا دوسرے طالب علموں کے لئے بھی تحریک کا باعث ہو سکتا ہے۔ ہم نے اول

سہ ماہی رسالہ

جاری کیا۔ ہم آپ ہی اس کے چپڑاسی۔ آپ ہی کلرک اور آپ ہی ایڈیٹر تھے۔ تین ماہ میں ۲۱ روپیہ چندہ جمع ہو جاتا تھا۔ اور ہم رسالہ شائع کر دیتے۔ تو کام کے لئے جب ارادہ کر لیا جائے۔ تو چل ہی جاتا ہے اس وقت بے شک مدرس ہماری حوصلہ افزائی کر دیا کرتے تھے۔ لیکن ایک دفعہ مجھے

بہت تلخ تجربہ

ہوا۔ وہ صاحب اس وقت یہاں بیٹھے ہیں۔ انہوں نے ایک موقعہ پر پڑھنے کے لئے مجھے مضمون لکھکر دیدیا تھا۔ میں نے علمی کاموں میں ساری عمر اتنی ذلت محسوس نہ کی۔ جتنی اس موقعہ پر کی۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بھی اس موقعہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب وہ کسی فقرہ پر "واہ میاں واہ" کہیں۔ تو مجھے یوں معلوم ہو جیسے میرے

منہ پر تھپڑ

مارا گیا ہے۔ اس کے بعد میں نے عہد کیا۔ کہ کسی کا لکھا ہوا مضمون نہیں پڑھونگا پھر جو کچھ خود آتا۔ لکھتا۔ مجھے خوب یاد ہے۔ اس مضمون کے وقت مجھے بہت پسینہ آگیا تھا۔ مجلس میں پہلی بار پڑھنے کی وجہ سے بھی آیا ہوگا۔ مگر زیادہ تر اس خیال سے کہ کسی کا لکھا ہوا مضمون پڑھ رہا ہوں۔ تو استاد بھی ہمارے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ مگر زیادہ تر ہم خود ہی کرتے تھے۔ چوہدری فتح محمد، عبدالرحیم صاحب مالیر کوٹلی۔ پیر مظہر قیوم صاحب۔ چوہدری ضیاء الدین صاحب یہ تینوں فوت ہو گئے ہیں۔ شیخ تیمور صاحب ایم اے جو آجکل ایف۔ سی کالج کے وائس پرنسپل ہیں۔ اب ان کا سابقین سے تعلق نہیں۔ وہ میرے گہرے دوست اور پیار سے تھے۔ اور اب بھی ہیں۔ ایک کوئی اور صاحب تھے۔ ایک سال کے اندر اندر اس

أعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ——— بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

هُوَ النَّاصِرُ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ندائے ایمان

نمبر (۱)

(حضرت امام جماعت احمدیہ کا تبلیغی اشتہار)

اے بھائیو۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ آج سے قریباً پچاس سال پہلے حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسّلام بانیٔ سلسلۂ احمدیہ نے اللہ تعالےٰ سے الہام پا کر دنیا کی اصلاح کا کام شروع کیا تھا۔ آپ ابھی اس سے ناواقف نہیں ہو سکتے۔ کہ جس وقت خدا تعالےٰ کے اس بہادر نے اسلام کی خدمت کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اس وقت کیا اپنے اور کیا پرائے سب کے سب اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تھے۔ حتےٰ کہ خود اس کے عزیز اور نہایت قریبی رشتہ دار تک اس کو تباہ اور برباد کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ اور اسے ثواب کا موجب اور رضائے الٰہی کا باعث خیال کرتے تھے۔ ہر اک جو اس زمانہ کے حالات سے آگاہ ہے۔ بیان کرے گا۔ کہ اس وقت لوگوں کا یہی خیال تھا۔ کہ اگر مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے دعوےٰ سے توبہ نہ کی تو ان کی تباہی ایک قلیل عرصہ میں یقینی اور قطعی ہے۔ اور بہت تھے جنہوں نے اپنے خیالوں سے آپ کی تباہی کے متعلق وقت کی تعیین بھی کر دی تھی۔ اور علے الاعلان لاف زنی کرتے تھے۔ کہ دو یا تین سال میں آپ کا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔ اور آپ کا دعوےٰ ایک قصہ اور کہانی ہو جائے گا۔ یہ لاف زنیاں اگر مونھ کی باتوں تک رہتیں۔ تب بھی بات تھی۔ لیکن لوگوں نے اپنے ان دعووں کو پورا کرنے کے لئے عملاً بھی سارا زور لگایا۔ اور مخالفت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ وہ لوگ جو ایک مجلس میں بیٹھنا حرام سمجھتے تھے۔ آپ کی مخالفت میں سگے بھائیوں سے بھی زیادہ متحد نظر آنے لگے جن مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے نظر آتے تھے۔ آپ کو نقصان پہونچانے کے لئے ایک دوسرے کی پیٹھ ٹھونکنے والے بن گئے۔ زمین جور اور ظلم سے بھر گئی۔ اور آسمان انسان کی تعدی اور دست درازی کے قصے دیکھکر تاریک ہو گیا اور تاریکی کے فرزندوں نے خیال کر لیا۔ کہ وہ اس شمع کو جسے خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے جلایا تھا۔ بجھانے میں جلد کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن باوجود تمام مذاہب کی متفقہ کوششوں کے اور حالات کی نامساعدت کے آپ ہر قسم کے گزند سے محفوظ رہے اور اللہ تعالےٰ نے آپ کے قدم کو استوار اور مضبوط رکھا۔

جس وقت آپ کے ہم قوموں اور ہم مذہبوں اور رشتہ داروں اور عزیزوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس وقت خدا تعالےٰ جو تمام وفاداروں سے بڑھکر وفادار اور تمام دوستوں سے بڑھ کر دوست ہے آپ سے پہلے کی نسبت بھی زیادہ پیار کرنے لگا۔ اور اس کی معطر وحی بارش کی طرح آپ پر نازل ہونے لگی۔ اور اس کے ذریعہ سے اس نے آپ کے دل کو مضبوط کرنا شروع کیا۔ اور کہا کہ جس طرح تو میرے نام کے لئے تکلیف اُٹھا رہا ہے۔ اور بدنام کیا جا رہا ہے۔ اور لوگ تجھ سے دُشمنی کر رہے ہیں۔ اور اپنے عزیز تجھے چھوڑ رہے ہیں اور کسی جُرم کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ محض اس لئے کہ تو اسلام کی عظمت دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ تیری عزت پر حملے کئے جاتے ہیں۔ اور تیری عیب جوئی کے لئے ہر اک ناواجب ذریعہ اختیار کیا جاتا ہے۔ میں تیرے نام کو بلند کروں گا۔ اور ایک بڑی جماعت اسلام پر فدا ہونے والوں کی تجھے دُوں گا۔ اور میرے فرشتے میری طرف سے درود اور سلام لے کر تجھ پر نازل ہونگے۔ اور ایک بڑی قوم تجھ سے پیدا ہو گی۔ اور آدم کی طرح ایک نئی دُنیا کا تو باپ بنے گا۔ اور تیرے دشمن ذلیل اور خوار ہونگے۔ اور جن جن راہوں سے وُہ تجھ پر حملہ کرینگے انہی راہوں سے اور ان کے علاوہ اور ایسی راہوں سے بھی جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ ہونگی۔ میں ان پر حملہ کروں گا۔ اور ان کے منصوبے ان کے منہ پر ماروں گا۔ اور ایک یار وفادار کی طرح تیرے پہلو بہ پہلو کھڑا ہو کر تیرے دشمنوں سے جنگ کرونگا۔ اور جو تجھپر وار کرے گا۔ میں اس پر وار کروں گا۔ لیکن جو تیرا دوست اور ساتھی ہوگا۔ میں اسے عزت دونگا۔ اور اس پر اپنا نُور ڈالونگا اور اپنی برکتوں سے اسے حصۂ وافر دُونگا۔ اور اپنے دین کا علم اسے عطا کروں گا۔ اور دین اسلام کا سپاہی اسے بناؤں گا۔ اور ایسا ہوگا۔ کہ تیرا نام دنیا میں سُورج اور چاند کی طرح چمکے گا۔ اور دن بدن تیرا اور تیری جماعت کا قدم ترقی کے زینہ پر بلند ہوتا چلا جائے گا۔

جُوں جُوں یہ الہامات آپ کی طرف سے شائع ہوتے تھے مخالف اپنی مخالفت میں اور بھی بڑھتے چلے جاتے تھے۔ اور ہر طرح کوشاں تھے کہ آپ کو جھوٹا ثابت کریں۔ لیکن خدا کی باتوں کو کون ٹال سکتا تھا۔ باوجود ان سب مخالفانہ تدابیر کے جو آپ کے مخالفوں نے آپ کے خلاف استعمال کیں۔ آپ کی صداقت لوگوں پر ظاہر ہونی شروع ہوئی۔ اور رُوحانی مُردے آپ کے ہاتھوں سے زندہ ہونے لگے۔ اور وُہ جو بہرے تھے۔ اب سننے لگے۔ اور جو پہلے اندھے تھے۔ اب دیکھنے لگے۔ اور جو پہلے رُوحانی کوڑھ میں مبتلا تھے۔ اب ان کے جسم چاند کی طرح سفید نظر آنے لگے۔ اور ایک یہاں سے اور ایک وہاں سے اور ایک قریب سے اور ایک دُور سے خدا کی قرنا کی آواز سُنکر دوڑ پڑا۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ بالکل اسی طرح جس طرح کہ قدیم سے خُدا کے نبیوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔ ایک جماعت اس خدا کے بہادر کے گرد جمع ہو گئی۔ اور اسلام کا سپہ سالار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاں نثار اپنے فدائیوں کے جھرمٹ میں ایک جوان و رعنا دُولھا کی طرح اسلام کی حفاظت کے لئے آگے بڑھا۔ اور تم نے بھی دیکھا۔ اور باقی دُنیا نے بھی دیکھ لیا۔ کہ وُہی جسے کافر و زندیق کہا جاتا تھا۔ اسلام کا عَلم بردار ثابت ہُوا۔ اور وُہی جسے اسلام کا دُشمن کہا جاتا تھا۔ اس کی حفاظت کا واحد ذمہ دار نظر آیا۔ جب عالم کہلانے والے اور تصوف کا دم بھرنے والے اپنی روٹیوں کی فکر میں اور اپنے آرام آسائش کی جستجو میں تھے۔ وُہ اور اُس کے ساتھی اسلام کی ترقی کی فکر میں اور اس کے دشمنوں کے مقابلہ میں مشغول تھے۔ نہ معلوم اس نے اپنے پر ایمان لانے والوں کے دلوں میں کیا جادُو پھُونک دیا تھا۔ کہ اسلام کی خدمت کے سوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے بلند کرنے کے سوا اُن کو اور کسی بات میں مزا ہی نہیں آتا تھا۔ حتیٰ کہ وُہ دن آ گیا۔ جب اسلام کو اُس کی پُوری شان کے ساتھ قائم کر کے اور اس کے جان نثاروں کی ایک جماعت بنا کر وُہ خدا کا پیارا اپنے پیارے سے جا ملا۔ اور اس کے دُشمن جو اُس کی تباہی کی خوابیں دیکھ رہے تھے۔ مونھ دیکھتے دیکھتے رہ گئے۔ مگر اب بھی ایک امید پر اُن کا سہارا تھا۔ اور وُہ یہ کہ شائد اُس کے مرنے کے بعد اس کا کام تباہ ہو جائے گا۔ اور اُس کی جماعت جو اُس کی لسّانی اور جادو بیانی کی وجہ سے اُس کے گرد جمع ہو گئی تھی۔ اب پراگندہ ہو جائے گی۔ لیکن زمانہ نے ظاہر کر دیا۔ کہ یہ خیال بھی ایک فریب سے زیادہ حقیقت نہ رکھتا تھا۔ جس طرح ایک مضبُوط درخت روز بروز جڑیں پکڑتا جاتا ہے۔ اُس کی جماعت بھی مضبُوط ہوتی جا رہی ہے۔ اور آثار بتا رہے ہیں۔ کہ مضبُوط ہوتی چلی جائے گی۔ اور اسلام کی محبت رکھنے والے دل اور اس کی نیکی چاہنے والے دماغ اس زمانہ کے مَوعود کی عقیدت کی مہمان نوازی کے لئے اپنے دروازے کھول دیں گے۔ تاکہ اسلام کے غلبہ پانے کا زمانہ جلد سے جلد آئے۔ اور کفر ایک ناپاک چیز کی طرح سے دُنیا سے اٹھا کر پھینک دیا جائے۔

مُبارک ہیں وُہ جو اس دن کے لانے میں پیش قدمی کریں اور

خدا کی آواز کو دوسروں سے پہلے قبول کریں۔ پس اے بھائیو! اس اشتہار کے ذریعہ سے میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ حق کو قبول کرنے میں جلدی کرنی چاہئے۔ اور خدا کی آواز سے بے پرواہی نہیں برتنی چاہئے۔ کیونکہ کیا معلوم ہے۔ کہ موت کب آجائیگی۔ اور ہمارے اعمال کے زمانہ کو ختم کر دیگی۔ اور اگر خدانخواستہ ایسا ہوا۔ کہ آپ اس عظیم الشان کام کے متعلق آج اور کل ہی کرتے رہے۔ اور ایمان کا وقت گذر گیا۔ اور موت کی گھڑی آگئی۔ تو بتائیں۔ کہ اسوقت کیا چارہ کار ہوگا۔ نہ پچھتانا کچھ مفید ہوگا۔ اور نہ گریہ و زاری کچھ نفع دیگی۔ آخر کونسی دلیل ہے۔ جس کے آپ منتظر ہیں۔ اور کونسا نشان ہے۔ جس کی آپ کو جستجو ہے۔ مسیح موعود کے متعلق جو کام بتایا گیا تھا۔ وہ آپ کے ہاتھوں سے پورا ہو رہا ہے اور اسلام ایک نئی زندگی پا رہا ہے۔ پس جلدی کریں۔ اور مسیح موعود کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوں۔

لیکن اگر آپ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے ابھی تک اس معاملہ پر غور ہی نہیں کیا۔ تو بھی میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ جلد تحقیق کی طرف متوجہ ہوں۔ اور مندرجہ ذیل طریقوں میں سے ایک کو اختیار کریں۔ (۱) جو سوالات آپ کے نزدیک حل طلب ہوں۔ انہیں اپنے قریب کے احمدیوں کے سامنے پیش کر کے حل کرائیں۔ (۲) اگر آپ کے پاس کوئی احمدی جماعت نہ ہو۔ تو مجھے ان سوالات سے اطلاع دیں۔ (۳) اپنے علاقہ میں جلسہ کر کے احمدی مبلغ منگوا کر خود بھی سلسلہ احمدیہ کی صداقت کے دلائل سنیں۔ اور دوسروں کو بھی اس کا موقعہ دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اور آپ کو اپنے نور کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرماسے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب)

تبلیغی عہد کرنیوالوں کے نام

گذشتہ سال جن دوستوں نے عہد کیا تھا۔ کہ سال میں کم از کم ایک ایک احمدی بنائینگے۔ ان میں سے کچھ نام پہلے شایع ہو چکے ہیں بعض کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم متعلم گورنمنٹ کالج لاہور۔
(۲) ڈاکٹر محمد رمضان صاحب۔ شاہ گئی ضلع پشاور۔
(۳) بابو شمس الدین صاحب۔ پولیٹکل کلرک لنڈی کوتل۔
(۴) قاضی محمد علی صاحب صدر بازار۔ نوشہرہ۔

(پرائیویٹ سکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح)

ملفوظات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

۴ر فروری سنہ ۲۹ء بعد عصر

سامع قرآن

رمضان شریف میں تراویح کے لئے کسی غیر حافظ کا قرآن دیکھکر حافظ کو بتلانے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو حضور نے فرمایا۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ اس کے متعلق نہیں دیکھا۔ اس پر مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل نے کہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

فرمایا۔ جائز ہے۔ تو اس سے بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ اور اس کے لئے یہ انتظام بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ایک ہی شخص تمام تراویح میں بیٹھکر نہ سنتا رہے۔ بلکہ چار آدمی دو۔ دو رکعت کے لئے سنیں۔ اس طرح ان کی بھی چھ چھ رکعتیں ہو جائینگی۔

عرض کیا گیا۔ کیا فقہ اس صورت کو جائز ٹھیراتی ہے۔

فرمایا۔ اصل غرض تو یہ ہے۔ کہ لوگوں کو قرآن کریم سننے کی عادت ڈالی جائے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فتویٰ تو ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے ہے۔ جیسے کوئی کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے۔ تو بیٹھکر ہی پڑھ لے۔ اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکے۔ تو لیٹ کر پڑھ لے۔ یا جس طرح کسی شخص کے کپڑے کو غلاظت لگی ہو۔ اور وہ اسے دھو نہ سکے۔ تو اسی طرح نماز پڑھ لے۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ بلکہ ضرورت کی بات ہے۔

گروپ

قادیان کی ہر مسجد میں حافظ نہ مہیا ہو سکنے کے ذکر پر فرمایا میں نے تحریک کی تھی۔ کہ ۱۵ دوست دو دو پارے قرآن شریف کے یاد کرنیکی کوشش کریں۔ اگر ایسا ہو جاتا۔ تو بہت اچھی بات تھی۔ اور ایسی مشکلات پیش نہ آتیں۔ اور دو پارے یاد کر لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ ناظر صاحب دعوت و تبلیغ سے فرمایا سکولوں میں اس تحریک کو جاری کرنا چاہئے۔ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ میں تو ضروری چاہئے۔ پندرہ پندرہ طلباء کے گروپ بنا کر تین چار ماہ کا وقفہ مقرر کر دیا جائے۔ کہ اس میں طلباء دو دو پارے حفظ کریں۔ اور لڑکوں کو قرآن حفظ کرنیکے لئے والنٹیر بنایا جائے۔

انعام

اس پر ایک صاحب نے کہا۔ کہ کوئی انعام مقرر ہو جانا چاہئے۔ تا لڑکوں کو تحریص ہو۔ فرمایا۔ ہر کام میں لالچ کی عادت نہیں پیدا کرنی چاہئے۔ کامیاب ہو کر شاباش حاصل کرنا بھی ایک انعام ہے۔ اور پھر قرآن سے بڑھکر اور انعام کیا ہو سکتا ہے۔

۵ر فروری بعد ظہر

نزول الہام کے وقت کی حالت

ایک صاحب نے پوچھا۔ دھرم بھکشو نے اعتراض کیا ہے۔ کہ الہام تو رحمت ہے۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب الہام نازل ہوتا۔ تو آپ پر عذاب کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ گھبرا جاتے۔ اور زملونی زملونی کا شور مچاتے۔ اس کے مقابلہ میں رشیوں کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اور وہ مزے سے بیٹھے رہتے ہیں۔ کیونکہ الہام دراصل دلی خیالات کا ہی نام ہے۔

فرمایا۔ یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ رشی وغیرہ آرام سے بیٹھے رہتے تھے۔ بے شک ان کے ہاں الہام دلی خیال کا ہی نام ہے۔ مگر رشیوں کے بیٹھنے اٹھنے کے حالات ویدوں سے نہیں مل سکتے۔ اسی طرح مسلمانوں میں بھی نیچری اور معتزلی بھی الہام کو اسی صورت میں مانتے ہیں۔ اگر یہ کوئی خوبی کی بات ہو۔ تو آریوں کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں۔ اور جب الہام دلی خیال کا نام ہو۔ تو ڈر کیا محسوس ہوگا۔ یہ تو ایک روزانہ کیفیت ہے۔ رعب اور ڈر تو کسی نئی چیز سے پیدا ہو سکتا ہے۔ عام بات کسی ڈر کا موجب نہیں ہو سکتی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر الہام کے وقت پریشانی نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کا رعب طاری ہوتا تھا۔ کیونکہ جہاں بادشاہ جائے۔ وہاں اس کی شان اور اس کے جلال سے ضرور رعب پیدا ہوگا۔ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ ہمارا بادشاہ آیا۔ مگر کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو۔ تو یہ اس کی خوبی نہیں ہو سکتی۔ شاہانہ شان و شوکت ایک بادشاہ کے لئے ضروری ہے۔ جس کا رعب بھی ضرور ہوگا۔

حضرت مریم کا واقعہ

ایک صاحب نے لکھا آریہ سماجی حضرت مریم کا واقعہ پیش کر کے کہتے ہیں۔ ان میں روح پھونکی۔ اس کا کیا مطلب ہے حضور نے فرمایا۔ "اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت مریم پر کلام الٰہی نازل ہوا۔ جس میں بشارت تھی۔ کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ قرآن کریم میں روح بمعنی کلام الٰہی بھی آیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ وکذالک اوحینا الیک روحا (شوری) ینزل الملئکۃ بالروح من امرہ علے من یشاء من عبادہ ان انذروا انہ لا الہ الا انا فاتقون (نحل) ان آیتوں میں روح بمعنی کلام الٰہی آیا ہے"۔

جلسہ سالانہ ۱۹۲۹ء پر بیعت کرنیوالوں کی فہرست

نمبر	نام	مقام
۱	محمد اقبال صاحب قریشی	ضلع شیخوپورہ
۲	نصیر الدین صاحب	ضلع گورداسپور
۳	محمد علی صاحب	〃
۴	غلام محمد صاحب	〃
۵	سردار محمد صاحب	〃
۶	نواب الدین صاحب	〃
۷	بدر الدین صاحب	〃
۸	نور احمد صاحب	〃
۹	نواب الدین صاحب ۲	〃
۱۰	صدر الدین صاحب	〃
۱۱	حسن محمد صاحب	〃
۱۲	فتح محمد صاحب	〃
۱۳	نعمت علی صاحب	〃
۱۴	عالم دین صاحب	〃
۱۵	محمد ستار صاحب	〃
۱۶	محمد مختار صاحب	〃
۱۷	عبد الحمید صاحب	〃
۱۸	محمد طفیل صاحب	〃
۱۹	غلام سرور صاحب	〃
۲۰	فقیر محمد صاحب	〃
۲۱	محمد حسین صاحب	〃
۲۲	محمد رمضان پسر فتح محمد صاحب	لدھیانہ
۲۳	سید ضیاء الدین صاحب	ضلع کٹک
۲۴	عبد الرشید صاحب	لاہور
۲۵	عبد الرحیم صاحب	جہلم
۲۶	فتح محمد صاحب	ضلع لدھیانہ
۲۷	محمد خلیل صاحب	〃
۲۸	خان محمد صاحب	ضلع سرگودھا
۲۹	لال دین صاحب	ضلع گورداسپور
۳۰	مولوی حکیم الدین صاحب	ضلع مین پوری یو۔پی۔
۳۱	محمد عمر صاحب	ضلع ڈیرہ غازیخان
۳۲	غلام قادر صاحب	ضلع لائل پور
۳۳	اللہ رکھا صاحب	ضلع سیالکوٹ
۳۴	محمود احمد صاحب	〃 لائل پور
۳۵	نصر اللہ خان صاحب	ضلع سیالکوٹ
۳۶	برکت علی صاحب	〃 جالندھر
۳۷	رحمت علی صاحب	〃 〃
۳۸	اللہ دتا صاحب	〃 گجرات
۳۹	علی محمد صاحب	〃 〃
۴۰	اللہ دتا صاحب ۲	〃 〃
۴۱	محمد صاحب	〃 〃
۴۲	محمد ولد علم الدین صاحب	〃 〃
۴۳	بابو غلام قادر صاحب	ڈیرہ اسمٰعیل خان
۴۴	دوست محمد صاحب	ضلع شاہپور
۴۵	عطاء اللہ صاحب	〃 سرگودھا
۴۶	عبد المالک صاحب	〃
۴۷	نواب علی صاحب	ضلع گجرات
۴۸	علی بخش صاحب	پٹیالہ سٹیٹ
۴۹	غلام نبی صاحب	ضلع ہوشیارپور
۵۰	منشی فرزند علی صاحب	〃 لائل پور
۵۱	شاہ محمد صاحب	〃 〃
۵۲	حمید علی صاحب	〃 〃
۵۳	محمد شریف صاحب	〃 〃
۵۴	علی محمد صاحب	〃 〃
۵۵	سید محمد صاحب	ضلع شیخوپورہ
۵۶	سید ولایت شاہ صاحب	〃 〃
۵۷	عبد القادر صاحب	〃 جہلم
۵۸	جمال داد خان صاحب	〃 ہزارہ
۵۹	نعمت خان صاحب	〃 〃
۶۰	سید عبد الرحیم صاحب	〃 〃
۶۱	قلندر صاحب	〃 〃
۶۲	مولوی عبد الحلیم صاحب	〃 〃
۶۳	محمد زمان صاحب	〃 〃
۶۴	مرزا امیر خان صاحب	〃 〃
۶۵	محمد حفیظ اللہ صاحب	〃 〃
۶۶	محمد حسین صاحب	ضلع گورداسپور
۶۷	عبد الخالق صاحب	〃 〃
۶۸	ولیداد صاحب	ضلع ہزارہ
۶۹	ملک زمان صاحب	ضلع ہزارہ
۷۰	خان محمد صاحب	〃
۷۱	بی بی خانم نور صاحبہ	〃
۷۲	سید عبد الرشید صاحب وکیل	لاہور
۷۳	سراج الدین صاحب	ضلع گجرات
۷۴	اللہ رکھا صاحب	〃 لائل پور
۷۵	دین محمد صاحب	〃 〃
۷۶	امام الدین صاحب	〃 گجرات
۷۷	پیر محمد صاحب	〃 〃
۷۸	سردار شاہ صاحب	〃 〃
۷۹	ولی محمد صاحب	〃 〃
۸۰	مرزا خان صاحب	〃 〃
۸۱	وحید الزمان صاحب	〃 ہزارہ
۸۲	عبد اللطیف صاحب	پشاور
۸۳	شمشاد صاحب	〃
۸۴	عبد الودود صاحب	〃
۸۵	ارشاد صاحب	〃
۸۶	عمر بخش صاحب	〃
۸۷	غلام حسین صاحب	ضلع سیالکوٹ
۸۸	فقیر محمد صاحب	〃 〃
۸۹	غلام علی صاحب	〃 〃
۹۰	شیخ عبد الحمید صاحب	پشاور
۹۱	کرم الدین صاحب	〃 لائل پور
۹۲	مبارک احمد صاحب	〃 امرتسر
۹۳	اسمٰعیل صاحب	〃 〃
۹۴	کرم الدین صاحب	〃 〃
۹۵	شہاب الدین صاحب	〃 〃
۹۶	امام الدین صاحب ۲	〃 〃
۹۷	ہدایت اللہ صاحب	〃 〃
۹۸	پیر بخش صاحب	〃 لائل پور
۹۹	مفضل الدین صاحب	〃 سیالکوٹ
۱۰۰	محمد حسین صاحب	〃 شیخوپورہ
۱۰۱	احمد حسین صاحب	〃 شاہجہانپور
۱۰۲	حافظ عطاء اللہ صاحب	〃 بریلی
۱۰۳	شیخ بشیر احمد صاحب	لاہور
۱۰۴	داروغہ احتیاج علی صاحب	شاہجہانپور
۱۰۵	ولی اللہ خان صاحب	ضلع ہردوئی
۱۰۶	محمد اسمٰعیل صاحب	〃 ہزارہ
۱۰۷	محمد زمان صاحب	〃 〃
۱۰۸	محمد صدیق صاحب	بریلی
۱۰۹	محمود احمد صاحب	لاہور
۱۱۰	مسعود احمد صاحب	〃
۱۱۱	رشید احمد صاحب	〃
۱۱۲	احمد صاحب	ضلع شیخوپورہ
۱۱۳	رمضان صاحب	〃 〃
۱۱۴	مولوی عبد الرحمن صاحب	〃 〃
۱۱۵	نصر اللہ خان صاحب	〃 سرگودھا
۱۱۶	بشیر احمد صاحب	〃 〃
۱۱۷	سید چراغ شاہ صاحب	〃 لائل پور
۱۱۸	سید عبد اللہ شاہ صاحب	〃 〃
۱۱۹	محمد حسین صاحب	〃 شیخوپورہ
۱۲۰	آفتاب احمد خان صاحب	سیالکوٹ
۱۲۱	فتح محمد صاحب	ضلع فیروزپور
۱۲۲	محمد بخش صاحب	〃 سیالکوٹ
۱۲۳	مبارک علی صاحب	〃 〃
۱۲۴	نور الٰہی صاحب	〃 〃
۱۲۵	محمد الدین صاحب	〃 〃
۱۲۶	محمد صادق صاحب	〃 〃
۱۲۷	ابراہیم صاحب	〃 〃
۱۲۸	عبد الرحمن صاحب	〃 〃
۱۲۹	تاج الدین صاحب	انبالہ
۱۳۰	محمد حفیظ صاحب	〃
۱۳۱	محمد شریف صاحب	〃 لائل پور
۱۳۲	مہر الدین صاحب	〃 سیالکوٹ
۱۳۳	فقیر محمد صاحب	〃 〃
۱۳۴	عمر الدین صاحب	〃 〃
۱۳۵	خدا بخش صاحب	〃 〃
۱۳۶	غلام محمد صاحب	〃 〃
۱۳۷	محمد شفیع صاحب	〃 〃
۱۳۸	فیض اللہ صاحب	〃 〃
۱۳۹	محمد صادق صاحب	〃 〃
۱۴۰	محمد علی صاحب	〃 〃
۱۴۱	رحمت صاحب	〃 〃
۱۴۲	عبد الحق صاحب	〃 〃
۱۴۳	احمد دین صاحب	〃 گوجرانوالہ
۱۴۴	مستری نذیر احمد صاحب	〃 گورداسپور
۱۴۵	مستری محمد بخش صاحب	〃 〃
۱۴۶	چودھری محمد طفیل صاحب	〃 〃

(باقی)

بعض پرائیویٹ قطعات اراضی قابل فروخت

چونکہ میں گذشتہ تین سال کے سالانہ جلسوں اور اس قسم کے دیگر مواقع پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی طرف سے فروخت اراضی کے کام میں حصہ اور دلچسپی لیتا رہا ہوں۔ اس وجہ سے خرید اراضی کے خواہاں احباب علے العموم میرے پاس آتے ہیں۔ اور نیز بعض احباب جو قادیان میں اپنی خرید کردہ اراضی فروخت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اسے میری معرفت بیچنا چاہتے ہیں۔ سو خرید اراضی کے خواہش مند احباب کی اطلاع کے لئے ایسے قابل فروخت قطعات اراضی کے مالکان کی طرف سے ذیل میں ان کے قطعات کی ایک فہرست شایع کی جاتی ہے۔ جو دوست ان میں سے کوئی قطعہ خریدنا چاہیں۔ وہ خود آکر یا اپنے کسی معتبر کے ذریعہ سے اپنا اطمینان کرکے براہ راست مالکان سے یا میری معرفت سودا کر سکتے ہیں۔ محل و توع وغیرہ امور نقشہ آبادی قادیان سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ جو چھپ چکا ہے۔ اور کتاب گھر قادیان سے اور بک ڈپو قادیان سے ۱۲؍ کو مل سکتا ہے۔

اندرون قصبہ

(۱) قطعہ اراضی سفید رقبہ دس مرلہ جو قصبہ کے مشرقی حصہ میں واقعہ ہے۔ جہاں خالص احمدیہ آبادی ہے۔ اور مستورات کی جلسہ گاہ بالکل قریب ہے۔ اس کے پہلو کی دس مرلہ سفید زمین چار سال ہوئے۔ چھ سو روپے کو فروخت ہو چکی ہے۔ قیمت پانچ سو روپیہ ؛

محلہ دارالرحمت

(۲) بلاک [illegible] قطعہ [illegible] سالم و [illegible] نصف مشرق کل رقبہ پندرہ مرلہ یہ قطعہ اس محلہ کے پہلے بڑے چوک پر احمدیہ سٹور کے ساتھ شہر کے پاس واقع ہے۔ اور بہت اچھے موقع کا ہے۔ جن صاحب کا یہ قطعہ ہے۔ وہ محض اپنی کسی مالی ضرورت کی وجہ سے اسے اصل قیمت خرید یعنی چھ سو روپیہ۔ جس میں انہوں نے آٹھ دس سال ہوئے۔ یہ قطعہ خرید اتھا فروخت کرتے ہیں۔

(۳) بلاک نمبر ۲ قطعہ ۳ رقبہ ایک کنال متصل احمدیہ سٹور۔ یہ قطعہ شہر کے بڑے بازار کے سامنے پچاس فٹ کی سڑک پر واقع ہے۔ ایک طرف دس فٹ کی گلی ہے۔ دوکانوں کے لئے بہت عمدہ موقعہ ہے۔ اس قطعہ کے مالک بھی کسی مالی ضرورت کے باعث اسے اصل خرچ پر فروخت کر دینے کے لئے تیار ہیں۔ جو ایک ہزار روپیہ ہے۔ نوسو پچیس روپیہ زرخرید ہے۔ اور پچھتر روپیہ بنیادوں پر صرف ہوا۔ یہ قطعہ کئی سال کا ان کا خریدا ہوا ہے۔

(۴) بلاک ۳ قطعہ ۲۲ رقبہ ایک کنال۔ جس کے ایک طرف بیس فٹ کا بازار ہے۔ اور دوسری طرف بھی نقشہ کی ترتیب کے مطابق بیس ہی فٹ کا بازار ہوگا۔ پرانی آبادی سے تیز مسجد محلہ سے (جو اس محلہ کے بلاک ۵ قطعہ ۸ میں واقع ہے) بہت قریب ہے۔ قیمت پانچسو روپیہ۔

(۵) بلاک ۵ قطعہ ۲۱ نصف من غرب رقبہ دس مرلہ۔ اس کے ایک طرف بیس فٹ کا بازار ہے۔ آبادی کے اندر ہے۔ قیمت اڑھائی سو روپیہ

(۶) بلاک ۵ قطعہ ۱۱ رقبہ ایک کنال۔ یہ قطعہ برلب سڑک کلاں مابین محلہ دارالعلوم و محلہ دارالرحمت واقع ہے۔ اور اس کی دوسری طرف بیس فٹ کا بازار ہے۔ جامعہ احمدیہ کی عمارت سے بھی بہت قریب ہے۔ اور بورڈنگ ہائی سکول سے بھی۔ قیمت چھ سو روپیہ۔

(۷) بلاک ۵ قطعہ ۱۲ جو مذکورہ بالا قطعہ کے ساتھ متصل ہے۔ رقبہ اٹھارہ مرلہ سے کچھ اوپر ہے۔ ایک طرف بیس فٹ کا بازار ہے۔ قیمت ساڑھے تین سو روپیہ۔

محلہ دارالعلوم

(۸) چار کنال کا ایک قطعہ برلب سڑک کلاں مذکور جو محلہ دارالرحمت کی بلاک ۵ کے سامنے واقع ہے۔ جامعہ احمدیہ کی عمارت سے اور بورڈنگ ہائی سکول سے بہت قریب ہے۔ قیمت سالم قطعہ کی صورت میں پچیس روپیہ فی مرلہ اور اس سے کم کی صورت میں حصہ مطلوبہ کی حیثیت کے مطابق پینتیس روپیہ فی مرلہ سے لیکر پچیس روپیہ فی مرلہ تک۔

(۹) چھ کنال کا ایک قطعہ متصل عمارت جامعہ احمدیہ و جانب غرب جو بہت اچھے موقع کا ٹکڑا ہے۔ قیمت بشرح تیس روپے فی مرلہ

(۱۰) اڑھائی کنال کا ایک قطعہ جو مذکورہ بالا قطعہ کے ساتھ متصل ہے۔ اور اس کے ایک حصہ میں ایک مکان بھی بن چکا ہے۔ قیمت بشرح پچیس روپیہ فی مرلہ سالم قطعہ کے خریدار کے لئے مزید گنجائش کی بھی رعایت ہے۔

(۱۱) ایک صاحب کے چند اکٹھے یکجائی قطعات برلب سڑک کلاں مابین محلہ دارالعلوم و محلہ دارالرحمت قابل فروخت ہیں۔ جو جامعہ احمدیہ کی عمارت سے بہت ہی قریب ہیں۔ اور ایک موزون مستطیل کی شکل پر ہیں۔ جس کا طولانی حصہ مذکورہ سڑک پر ہے۔ اور عرضی حصہ جامعہ احمدیہ کی طرف کا ہے۔ ان قطعات کا رقبہ مجموعی طور پر ساڑھے پانچ گھماؤں کے قریب ہے۔ جنہیں ایک ہی قطعہ سمجھنا چاہئے۔ جس میں ایک موزوں نقشہ کے ماتحت کوچے اور بازار رکھکر ایک اچھا موزوں شکل کا محلہ تیار ہو سکتا ہے۔ اور کوٹھیوں کے لئے بھی بہت اچھا موقعہ ہے۔ قیمت کا تصفیہ مالک قطعات سے بالمشافہ یا میری معرفت کیا جا سکتا ہے۔

محلہ دارالفضل شرقی

(۱۲) قطعہ ۶ رقبہ ایک کنال برلب ریلوے روڈ۔ یہ قطعہ بہت اچھے موقعہ کا ہے۔ ریلوے اسٹیشن منڈی قادیان اور مسجد محلہ (جو اس محلہ کے قطعہ ۸ میں تیار ہونے والی ہے۔) بہت قریب کی ہیں۔ ایک طرف بیس فٹ کا بازار بھی ہے۔ قیمت ساڑھے سات سو روپیہ

(۱۳) قطعہ ۵ نصف من شمال رقبہ دس مرلہ یہ قطعہ مذکورہ بالا قطعہ ۶ کے ساتھ ملحق ہے۔ ایک طرف بیس فٹ کا بازار اور ایک طرف دس فٹ کی گلی۔ قیمت دو سو پچاس روپیہ

(۱۴) قطعہ ۷ رقبہ ایک کنال برلب ریلوے روڈ متصل قطعہ ۶۔ بجانب مشرق ایک طرف ریلوے روڈ ہے۔ اور ایک طرف دس فٹ کی گلی ہے۔ قیمت سات سو روپیہ ؛

(۱۵) قطعہ ۱۹ نصف من شمال رقبہ دس مرلہ اس قطعہ کے ایک طرف دس فٹ کا بازار ہے اور ایک طرف دس فٹ کی گلی۔ اور باقی دو طرف مکانات بن چکے ہیں۔ بنیادیں طیار شدہ ہیں۔ پاس ہی قریباً تیس گز کے فاصلہ پر احمدیہ فارم ہے۔ اور قریباً دو سو گز کے فاصلہ پر منڈی قادیان۔ موقع بہت اچھا ہے۔ قیمت سوا تین سو روپیہ ؛

خاکسار

محمد اسمٰعیل (مولوی فاضل) قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندوستان کی خبریں!

نیو دہلی۔ ۱۴ر فروری۔ پرانی اور نئی دہلی کے درمیان ایک مریخ گزین پھوٹ جانے سے آگ کے شعلے نکلے۔ اور ایک زور کا دھماکا ہوا۔ ہندو تعداد کثیر میں چڑھاوے لیکر پہونچ گئے۔ ان کا اعتقاد ہے۔ کہ چیچک کی دیوی نے ظہور کیا ہے۔ تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ غلاظت میں گیس جمع ہو جانے سے یہ حادثہ ہوا۔

پشاور ۱۴ر فروری۔ کل افغان لشکر مشین گنوں سے مسلح ہو کر سپین کوٹ پہنچا۔ اور باغیوں پر گولہ باری کر کے ان کو پسپا کر دیا۔ ایک شنواری گاؤں پر حملہ کر کے اسے آگ لگا دی۔ اور بہت سے شنواریوں کو گرفتار کر لیا۔ تمام مضبوط فوجی چوکیاں حکومت افغانستان کے قبضہ میں ہیں۔ شنواری میدان سے بھاگ گئے ہیں۔

لاہور ۱۲ر فروری۔ چودھری محمد حسین صاحب سابق مینیجر دارالکتب انجمن غیر مبایعین لاہور کو انجمن مذکور نے برطرف کر دیا تھا۔ اور ان کی چند ماہ کی تنخواہ دبالی تھی چودھری صاحب نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ اور انجمن کے خلاف ۵۵۳ روپے دو آنہ چھ پائی کی ڈگری ہو گئی۔ جس کا اجراء چودھری صاحب نے کرا لیا ہے۔

لاہور ۱۴ر فروری۔ اخبارات میں یہ خبر شایع ہوئی تھی۔ کہ مہاشہ خوشحال چند مدیر ملاپ نے معافی مانگ لی ہے۔ مگر ملاپ نے اس کی تردید کی ہے۔

دہلی ۱۵ر فروری۔ مسٹر محمد علی جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس ۲۳ر فروری کو طلب کیا ہے اور سر محمد شفیع سے بھی درخواست کی ہے۔ کہ اپنی لیگ کی کونسل کا اجلاس بھی اسی دن طلب کریں۔ تا آپس میں مفاہمت ہو سکے۔

لاہور ۱۴ر فروری۔ ایک گارڈن پارٹی کے ذریعہ جس میں گورنر۔ ججان ہائیکورٹ۔ بار کے ممبران اور دیگر معززین پانچ صد کی تعداد میں شریک تھے۔ سر شادی لال چیف جسٹس نے جسٹس نور ڈو جسٹس ظفر علی کو الوداع کہا۔

گورنمنٹ یو۔ پی کے تازہ گزٹ میں دھرم بھکشو کی کتاب "کلام الرحمٰن وید ہے یا قرآن" کے ہندی ایڈیشن کی ضبطی کا اعلان کیا گیا ہے۔

میسور ۱۲ر فروری۔ مشہور رقاصہ گوہر جان جو آخری عمر میں میسور میں سکونت پذیر ہو گئی تھی۔ گذشتہ ماہ فوت ہو گئی۔ اس نے پندرہ لاکھ کی جائداد چھوڑی ہے۔ جس کے متعلق اس کے خاوند اور دیگر رشتہ داروں میں تنازعات شروع

ہو گئے ہیں۔

احمد آباد ۱۴ر فروری۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی مجلس عاملہ نے حسب ذیل قرارداد منظور کی ہے "مجلس عاملہ کی رائے میں سول نافرمانی کا آغاز ان لوگوں کو کرنا چاہیئے۔ جو آزادی کامل کے حصول کے لئے عدم تشدد کے اصول کو بنیادی عقیدہ کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ازبسکہ کانگریس کے نظام سے ایسے افراد ہی وابستہ نہیں ہیں۔ بلکہ ایسے افراد بھی وابستہ ہیں جو ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر اسے ایک ناگزیر حکمت عملی کے طور پر مانتے ہیں۔ اس لئے مجلس عاملہ مہاتما گاندھی کی قرارداد کا خیر مقدم کرتی ہے۔ اور انہیں اور ان کے رفقائے کار کو جو عدم تشدد کے اصول کو عقیدہ کی حیثیت سے مانتے ہیں۔ اختیار کلی دیتی ہے۔ کہ وہ جب چاہیں۔ اور جس طریق پر چاہیں اور جس حد تک چاہیں۔ سول نافرمانی کا آغاز کریں"۔

نئی دہلی ۱۵ر فروری۔ صدر پٹیل اور وائسرائے میں بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ آثار و قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تصفیہ کے امکانات بہت کم ہیں۔ وائسرائے اس مسئلہ میں پارٹی کے رہنماؤں سے گفتگو کرنے والے ہیں۔

لاہور ۱۱ر فروری۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ چودھری افضل حق (ایم۔ ایل۔ سی) پنجاب کونسل کے اجلاس میں بلدیہ گوجرانوالہ سے ملک لعل خان کی برطرفی کے متعلق احتجاج کے طور پر وزیر لوکل سلف گورنمنٹ کے خلاف مذمت کی تحریک پیش کرنے والے ہیں۔

لاہور ۱۵ر فروری۔ آج پولیس نے کتاب موسومہ "بربادیٔ ہند" جس کو ضبط قرار دیا گیا ہے کے سلسلہ میں میسرز نرائن دت سہگل اینڈ کمپنی کے پروپرائٹر کے مکان اور دوکان کی تلاشی لی۔ دوکان سے ضبط شدہ کتاب کی ۱۵۰ کاپیاں برآمد ہوئیں۔

لاہور ۱۵ر فروری۔ مقدمہ سازش لاہور کے بھوک ہڑتالیوں کی حالت میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ انہیں جبراً خوراک دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن چونکہ وہ مزاحمت کرتے ہیں۔ اس لئے بجائے فائدے کے نقصان ہوتا ہے۔

لاہور ۱۶ر فروری۔ آج شام کو لالہ ہرکشن لال صاحب کے بنگلے پر لاہور کے متعدد ہندو مسلمان اور سکھ اکابر مدعو تھے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک ملکی سیاسیات پر بحث و تمحیص ہوتی رہی۔ ملک برکت علی صاحب نے ایک قرارداد کا مسودہ پیش کیا۔ جو تین نکات پر مشتمل تھا۔ (۱) بہ حالات موجودہ متفقہ مطالبات کے فوری حصول کی سعی۔ (۲) گول میز کانفرنس میں شرکت (۳) گول میز کانفرنس کی شرکت سے قبل فرقہ وار اختلاف کا تصفیہ۔

دہلی ۱۷ر فروری۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ سر آر تھر موئرے

ممالک غیر کی خبریں!

لندن ۱۲ر فروری۔ مسٹر فلپ سنوڈن کے بیان کے مطابق برطانیہ کو جنگی مصارف کے لئے فی منٹ ایک ہزار پونڈ یعنی ۱۴ لاکھ چالیس ہزار پونڈ یومیہ صرف کرنے پڑتے ہیں۔ یہ صرفہ گذشتہ گیارہ سال سے برابر ہوتا رہا ہے۔

ترکی کے وزیر خارجیہ نے حکم دیا ہے۔ کہ قسطنطنیہ کی مارکیٹوں میں اس وقت غیر ممالک کے جو دلال ہیں۔ وہ فوراً ملک بدر ہو جائیں۔ حکومت ترکی اب غیر ملکی اشیا کو اپنے ملک کے اندر نہیں آنے دیگی۔

ٹریپولی میں مذہبی اسلامی تعلیم کے خلاف ایجی ٹیشن شروع ہوئی ہے۔ تمام سکول جن میں اسلامی تعلیم دی جاتی تھی گرا دیئے گئے ہیں۔ لوگوں نے پروٹسٹ کے طور پر ہڑتال کر دی ایک وفد بھی بیروت بھیجا گیا ہے۔

روم سے آمدہ ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ اطالوی حکومت نے اٹلی میں سے برطانوی ہوائی جہازوں کا گذر ممنوع قرار دیدیا ہے۔ مالٹہ لائن پر اطالوی ہوائی جہازوں کے گذرنے کے متعلق اٹلی اور انگلستان کے مابین گفت و شنید کے نتیجہ کے طور پر یہ کارروائی کی گئی ہے۔

یروشلم ۱۴ر فروری۔ فلسطین میں یہودیوں کے خلاف عربوں کا مقاطعہ مایوس کن صورت اختیار کر رہا ہے۔ کثیر التعداد یہودی عربوں کے مکانات خالی کر رہے ہیں۔ اور کرائے کے نقصان کا اندازہ ایک لاکھ پونڈ کیا جاتا ہے۔ عرب مالکان مکان نے عربوں کی مجلس منتظمہ سے استدعا کی ہے۔ کہ یا تو مقاطعہ ترک کر دیا جائے۔ یا مالکان جائداد کے نقصان کی تلافی کی جائے۔

روس میں ایک نئے کیلنڈر کا آغاز ہونے والا ہے۔ یہ ۷ر نومبر ۱۹۱۷ء کو بالشویکی بغاوت کے روز سے شروع ہوتا ہے۔ یہ سال بھی بارہ مہینوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر ایک مہینہ کے پورے تیس دن ہونگے۔ اور ہر ایک مہینے کے چھ ہفتے ہونگے اور ہر ہفتہ میں پانچ دن۔ ہفتہ کے دنوں کے نام تبدیل نہیں کئے گئے۔ صرف ہفتہ اور اتوار نکال دیئے گئے ہیں۔ پانچ دن سال میں ایسے آئینگے۔ جن کا کوئی نام اور تاریخ مقرر نہیں کی گئی۔

لندن ۱۴ر فروری۔ کلیساؤں کی کونسل نے ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں عیسائیوں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں پر سوویٹ حکومت کے ظلم و تشدد کے خلاف نفرت اور غصہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ نیز تمام کلیساؤں سے اپیل کی گئی ہے۔ کہ متحد و متفق ہو کر اپنے گرجوں میں ان لوگوں کیلئے دعائیں کریں۔ جو اس قسم کے ظلم کا

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شایع کیا)

...ذیلہ ڈالے قصبہ کو دیکھنے کے لئے چل پڑے۔ (کیونکہ خواب میں قادیان معمولی گاؤں معلوم نہیں ہوتا تھا۔) ہر جگہ بجلی کی روشنی جگمگا رہی تھی۔ میں نے خصوصیت سے ایک بہت بڑی دوکان دیکھی۔ جو روشنی سے بقعۂ نور بنی ہوئی تھی۔ اور جسے میں نے گودام خیال کیا ؛

مہمان خانہ میں واپس آتے ہوئے حضور نے مسکرا کر خوش طبعی کے طور پر دوڑنے کے لئے کہا۔ تا دیکھیں۔ پہلے کون پہونچتا ہے۔ لیکن باوجود سخت کوشش اور سعی کے میں حضور کے قریب تک بھی نہ پہونچ سکا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری ٹانگوں سے حرکت کرنے کی طاقت سلب ہو چکی ہے۔ حضور بہت ہی آگے نکل گئے۔ بعد میں مَیں بھی مہمان خانہ پہونچا۔ اور دیکھا۔ کہ اندر بے شمار مہمان ہیں۔ اور چونکہ وہاں کرسی پر بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نظر نہ آئی۔ میں فرش پر بیٹھنے لگا۔ مگر عین اس وقت ایک شخص نے مجھے ایک جگہ پر بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا۔ اور جب میں نے دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ تین کرسیاں خالی ہیں۔ جن میں سے ایک پر میں بیٹھ گیا۔ میں نے پیتل کا ایک بکس یا سیف دیوار کے اندر نصب دیکھا۔ اور اپنے سامنے ہی میں نے ایک شخص کو جو زاہدانہ لباس میں ملبوس تھا۔ چارپائی پر ٹیک لگا کر بیٹھے دیکھا۔ اس وقت جو بات میں نے نہایت غور سے دیکھی۔ وُہ یہ تھی۔ کہ حضور اس شخص کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ بس مجھے اتنا ہی ...ہ سکا ہے ؛

تعبیر

اس کی تعبیر میں حضور نے لکھوایا:-

"خواب بہت مبارک ہے۔ جو قادیان اور سلسلہ کی ترقی کے علاوہ اس امر پر بھی دلالت کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ...بیماریوں کے پیچھے جوانوں کی طرح خدمت اسلام کی توفیق عطا فرمائے گا۔ اور حدیث میں ہے۔ اور قرآن شریف میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جنت میں لوگ نوعمر بغیر داڑھیوں کے داخل ہونگے۔ پس اللہ تعالےٰ نے اس طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ اور دوڑنے کے مقابلہ نے ان معنوں کو واضح کر دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے۔ کہ آپ کو قادیان آنے کی برکت حاصل ہو۔ اور آپ اپنے دوسرے بھائیوں سے مل کر ان برکات سے حصہ لیں۔ جو جماعت کے ساتھ خاص ہیں"؛

اطلاع ...جنوری ۱۹۳۰ء کے پرچہ میں "الفضل" کی جن گذشتہ جلدوں کے متعلق اعلان کیا گیا تھا۔ وہ جلدیں لائبریری بنگہ میں دیدی گئی ہیں۔ خاکسار روشن دین بمقام رنگے پور ضلع سیالکوٹ ؛

میرٹھ میں آریہ سماج سے تناسخ پر مناظرہ

آریہ سماج میرٹھ نے اپنے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر آٹھ اور نو فروری کو ہمیں مناظرہ کے لئے وقت دیا۔ جس کے لئے جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ قادیان نے ہماری درخواست پر جناب مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل کو بھیجا۔ اور کچھ احباب دہلی سے میرٹھ پہنچے۔ مولوی صاحب نے اپنی تقریروں میں نہایت وضاحت کے ساتھ مسئلہ تناسخ کا ابطال کیا۔ اور چند سوالات کئے۔ جن کا کوئی معقول جواب آریہ سماجی مناظر آخر تک نہ دے سکا۔ احباب کے فائدہ کی غرض سے وُہ سوالات اور آریوں کے جوابات مختصراً ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں:-

(۱) مولوی صاحب نے فرمایا۔ سوامی دیانند نے ویدوں کے پڑھنے کی میعاد ۴۸ سال مقرر کی ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ اس عرصہ میں انسان سے جو گناہ سرزد ہونگے۔ اُنہیں پرمیشور بخش تو سکتا نہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ انسان مختلف جونوں میں پڑیگا۔ اور جب اس چکر سے چھوٹ کر انسانی قالب میں آئے گا۔ تو ویدوں کے پڑھنے کے لئے پھر ۴۸ سال کی میعاد ضروری ہوگی۔ اب اس عرصہ میں جو گناہ اس سے سرزد ہونگے۔ ان کے نتیجہ میں اُسے پھر جونوں کے چکر میں جانا ہوگا۔ اس طرح جب کبھی بھی وہ انسانی قالب میں آئیگا اس کا وہی حشر ہوگا۔ جو پہلے ہؤا۔ نتیجہ یہ کہ کبھی بھی اُسے مکتی نہ مل سکیگی۔

پنڈت جی نے جواب میں فرمایا۔ کہ یہ ضروری نہیں۔ کہ جب تک ایک انسان وید نہ پڑھ لے۔ گناہوں سے بچ نہ سکے۔ بلکہ مشاہدہ سے اور ارد گرد کے حالات اور جیل خانوں وغیرہ کو دیکھکر بھی انسان اپنے تئیں گناہوں سے بچا سکتا ہے ؛

مولوی صاحب نے فرمایا۔ اگر یہ جواب آپ کا صحیح ہے۔ تو پھر سوال یہ ہے۔ کہ ایک انسان جو لاعلمی کے زمانہ میں یعنے قبل اس کے کہ اُسے ارد گرد کے حالات اور جیل خانوں کے مشاہدات کا وقت ملا ہو۔ جو گناہ کر بیٹھے۔ اُس کے نتیجہ میں بھی اُسے جونوں کے چکر میں پڑ کر ہمیشہ کیلئے مکتی سے ہاتھ دھونا ہوگا۔ پس یا تو تسلیم کریں۔ کہ ایسے گناہ پرمیشور بخش بھی دیتا ہے۔ ورنہ ماننا پڑے گا۔ کہ انسان کبھی مکتی حاصل نہیں کر سکتا ؛

(۲) مولوی صاحب نے فرمایا۔ اگر یہ اعتقاد صحیح ہے۔ کہ جو کچھ اس دنیا میں ملتا ہے۔ وُہ پچھلے جنم کے کرموں کا نتیجہ ہے۔ تو آریوں کا سوراج کے لئے شور و غل کرنا عبث ہے۔ کیونکہ پچھلے جنم کے کرموں کے نتیجہ میں پرمیشور نے انگریزوں کو حاکم بنایا۔ اور آریوں کو محکوم اب جب تک اُن اعمال کا ثمرہ باقی ہے۔ انگریز حاکم اور آریہ محکوم رہینگے جب اُن اعمال کا ثمرہ ختم ہو جائے گا۔ انگریزوں کی حکومت خود بخود جاتی رہے گی۔ پس آریوں کا شور و غل کرنا تو اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ وُہ عمداً پرمیشور کے قانون کو توڑنا چاہتے ہیں ؛

(۳) ایک اور سوال مولوی صاحب نے یہ کیا۔ کہ اگر یہ صحیح ہے۔ کہ دنیا میں انسان کو جو دولت اور حشمت ملتی ہے۔ وہ اعمال سابقہ کا نتیجہ ہے تو ماننا پڑے گا۔ کہ کنگ جارج کے اعمال سوامی دیانند کے مقابلہ میں نہایت اعلےٰ اور عمدہ تھے۔ کہ اُن اعمال کی بناء پر پرمیشور نے جارج پنجم کو بادشاہ بنایا۔ اور سوامی جی ایک غلام ملک میں پیدا ہو کر تمام عمر غلام ہی رہے۔ اور حکومت کے ارمان ساتھ ہی لیگئے ؛

پنڈت جی نے کہا۔ سوامی جی کو وُہ بات حاصل تھی۔ جو بادشاہوں کو پھولوں کے سیج پر بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ یعنی ان کو دل کی راحت میسر تھی۔

مولوی صاحب نے فرمایا۔ آپ نے ایسی بات کہی ہے۔ جس سے تناسخ کی جڑ خود بخود کٹ جاتی ہے۔ اگر آپ کا یہ کہنا درست ہے۔ کہ دل کی راحت کے مقابلہ میں دولت و حشمت ہیچ ہیں۔ تو یہ واویلا کیوں ہے کہ پرمیشور ایک کو دولت مند کے گھر پیدا کرتا ہے۔ اور دوسرے کو غریب کے گھر میں۔ اگر اس غریب کو اپنے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے میں وہ دل کی راحت میسر ہو۔ جو دولت مند کو اپنے محلوں میں بھی میسر نہ آسکتی ہو۔ تو پھر تو آپ کو یہ اعتراض نہ ہوگا۔ کہ کیوں پرمیشور نے ایک کو غریب پیدا کیا۔ اور دوسرے کو امیر۔ پس آپ کی بات سے ہی ثابت ہو گیا۔ کہ روپیہ پیسہ اصل مقصد نہیں۔ گو ہر مقصود کچھ اور ہے۔ جیسا کہ ایک استاد جب بچوں کو گنتی سکھاتا ہے۔ تو ایک بچے کے ہاتھ میں دس پیسے دیدیتا ہے دوسرے کو دس روپے۔ تیسرے کو دس اشرفیاں اور چوتھے کو دس کنکریاں۔ اب چونکہ اصل مقصد گنتی سکھانا ہے۔ اس لئے کوئی ہوشمند یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ کیوں ایک کو پیسے دئے اور دوسرے کو روپے۔ کیونکہ روپے بھی واپس لے لئے جائینگے۔ اور کنکریاں بھی۔ وُہ تو ایک وقت تک کے لئے محض گنتی سکھانے کی غرض سے دئیے گئے تھے ؛

غرض کہ بفضلہ تعالےٰ یہ مناظرہ نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہؤا۔ آریہ سماجی بھی اپنے مناظر کے جوابات کی کمزوری محسوس کر رہے تھے۔ اور مسلمان بہت خوش تھے ؛

دوسرا مناظرہ اسی شب کو مولوی عمر الدین صاحب نے کیا۔ مسئلہ زیر بحث "صفات باری تعالیٰ" تھا۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ اگر پرمیشور نے روح و مادہ کو پیدا نہیں کیا۔ تو وُہ ان کا مالک بھی نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ حقیقی معنوں میں خالق ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ایک کمہار مٹی سے گھڑا بنا دیتا ہے۔ تو وُہ اُس بنی ہوئی شکل کا تو مالک ہو سکتا ہے۔ لیکن مٹی جس سے گھڑا بنا۔ اس کا مالک نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پرمیشور کی ملکیت بلحاظ بناوٹ کے تو ہو سکتی ہے۔ لیکن اصل چیز یعنے روح و مادہ جس سے دنیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۶۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ فروری سنہ ۱۹۳۰ء | جلد ۱۷

احمدی انجمنوں کی مالی قربانی

ہر ایک انجمن سالانہ بجٹ پورا کرے

نظارت بیت المال نے حال میں احمدی انجمنوں کی مالی قربانی اور ایثار کے متعلق جو تفصیلی رپورٹ شائع کی ہے اس کے مطالعہ سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ نظارت مذکور میں ہر ایک انجمن کے ہر قسم کے چندوں کا حتی الامکان مکمل اور باقاعدہ حساب رکھنے کا انتظام ہے۔ وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہر انجمن اس فرض کو سرگرمی اور جوش کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جو اس پر مالی لحاظ سے دین کی خدمت کا عائد ہوتا ہے۔ یا لاپرواہی اور سستی اختیار کرتی ہے۔

پھر اس رپورٹ سے خود جماعتوں کو بھی اپنے متعلق یہ اندازہ لگانے کا موقعہ ملتا ہے۔ کہ انہوں نے کس قدر سلسلہ کی مالی خدمت کی۔ اور کون کونسی جماعتوں نے اپنے حالات کے لحاظ سے مسابقت اختیار کی۔ بے شک اس رپورٹ میں بعض جماعتوں کی رقوم بہت تھوڑی ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں بعض جماعتوں کی رقوم بہت بڑی ہیں۔ لیکن اگر ان کی مالی حالت۔ تعداد اور ذرائع آمدنی کا مقابلہ کیا جائے۔ تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ کئی قلیل رقوم ادا کرنے والی جماعتیں کئی بڑی رقم دینے والی جماعتوں کی نسبت ایثار اور قربانی کے لحاظ سے بہت بڑا درجہ رکھتی ہیں۔ وہ اپنے اخلاص اور دینی خدمات میں بڑھی ہوئی ہیں۔ اور خدا کے فضل اور اسی کی دی ہوئی توفیق سے روز بروز ترقی کی طرف قدم بڑھا رہی ہیں

ایسی جماعتوں کو جہاں ہم مبارکباد کہتے ہیں وہاں ان جماعتوں کو سستی اور غفلت ترک کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ جو سلسلہ کی اس وقت تک کی تاریخ میں خاص شہرت اور اہمیت رکھتی ہیں۔ اور ایسے ایسے مخلص اور ایثار پیشہ بزرگوں کی قائم کی ہوئی اور خون جگر سے پروش کی ہوئی ہیں۔ جنہوں نے اس وقت اپنے اموال نہایت فراخ دلی کے ساتھ سلسلہ کے لئے خرچ کئے۔ جبکہ ہر طرف مخالفت کا طوفان اُمڈا ہوا تھا اس وقت جماعت احمدیہ کے لئے کچھ خرچ کرنا تو الگ رہا۔ اس کی طرف توجہ کرنا بھی ناقابل معافی گناہ سمجھا جاتا تھا۔

نظارت بیت المال کی مذکورہ بالا رپورٹ میں کئی ایسی جماعتوں کے نام پائے جاتے ہیں۔ جو کیا بلحاظ قدامت۔ کیا بلحاظ تعداد۔ اور کیا بلحاظ اپنی دنیوی حالت بہت اہمیت رکھتی ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ وہ مقررہ چندے مقررہ عرصہ کے اندر ادا کرنے کی طرف پوری توجہ نہیں کرتیں۔ بجٹ کے لحاظ سے مقررہ رقوم جو ہر جماعت کے حالات کے لحاظ سے بالعموم خود اس کے مشورہ اور اندازہ کو مدنظر رکھ کر تجویز کی جاتی ہیں۔ اور جنہیں لازمی طور پر مالی سال کے اندر اندر ادا ہو جانا چاہیئے۔ پوری نہیں کی جاتیں۔ خاص کر چندہ خاص کے متعلق بعض جماعتوں نے جو بے توجہی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ بہت ہی افسوسناک ہے۔ کئی جماعتوں نے تو بہت تھوڑی رقم اس مد میں ادا کی ہے۔ اور کئی نے بالکل کچھ نہیں دیا۔ حالانکہ گذشتہ مجلس مشاورت میں چندہ خاص کی تحریک جاری رکھنے پر نمائندگان نے بہت زور دیا تھا۔ اور اس وقت تک اس کی وصولی ضروری بتائی تھی۔ جب تک سلسلہ کی مالی حالت قابل اطمینان اور تسلی بخش نہ ہو جائے۔

سمجھ میں نہیں آتا۔ جو تحریک خود نمائندگان کے اصرار اور زور دینے پر جاری کی گئی تھی۔ اسے کامیاب بنانے اور اس میں حصہ رسدی شامل ہونے سے کئی جماعتوں نے کیوں دریغ کیا۔

بہرحال یہ ایک افسوسناک امر ہے۔ کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی جماعت اور اسلام کا بول بالا کرنے والی جماعت کے کسی حصہ میں اتنی سستی اور لاپرواہی پیدا ہو جائے۔ کہ وہ خدمت دین کے متعلق اپنا قول و اقرار اور وعدہ بھول جائے۔ بے شک بعض حالات میں انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ لیکن معمولی حالات میں بغیر کسی معقول وجہ کے اگر کوئی شخص یا کوئی جماعت ادائگی فرائض اور ایفائے وعدہ سے قاصر رہتی ہے۔ تو بہت بڑے جرم کا ارتکاب کرتی ہے۔ اور دین کے کام کو سخت نقصان پہونچاتی ہے۔

جماعت احمدیہ کا ہر فرد اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ سالانہ آمد کا جو اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اور جو بجصہ رسدی ہر ایک جماعت کی حالت کے لحاظ سے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اسی کی بنا پر سالانہ اخراجات تجویز ہو کر کام شروع کر دیا جاتا ہے۔ اب اگر مجوزہ آمد پوری نہ ہو۔ اور اس میں کمی واقعہ ہو جائے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ اخراجات میں مشکلات پیش آ جائیں گی۔ اور جاری شدہ کاموں میں نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ جس کا سارا وبال ان لوگوں پر ہوگا۔ جو اپنے فرائض کے احساس میں کوتاہی کے مرتکب ہوں۔ اور مقررہ چندہ باقاعدہ ادا کرنے میں تساہل سے کام لیں۔

کارکنوں کو اس قسم کی مشکلات سے بچانے کے لئے چاہیئے تو یہ کہ ہر ماہ بجٹ کے لحاظ سے جو رقم ادا کرنی ضروری ہو۔ وہ ادا ہوتی رہے۔ اور کسی وقت کسی قسم کا بقایا نہ رہے۔ لیکن جن جماعتوں نے ایسا نہیں کیا۔ انہیں اب بھی اپنا بجٹ پورا کرنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہیئے۔ ابھی مالی سال کے اختتام میں کچھ عرصہ باقی ہے۔ اور ہر ایک جماعت کو نظارت بیت المال کی رپورٹ سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ اس کے مقررہ بجٹ میں کس قدر کمی ہے۔ پس سال کے ختم ہونے سے پہلے پہلے اس کمی کو پورا کر کے تمام کوتاہیوں کی تلافی کر دینی چاہیئے۔

ہم آخر میں پھر ان جماعتوں کو جنہوں نے اپنے مقررہ بجٹ پورے کئے۔ یا قریباً قریباً پورے کئے۔ مبارکباد کہتے اور دعا کرتے ہیں۔ خدا تعالٰے ان کے اخلاص اور ایثار میں روز بروز ترقی دے۔ ان کے اموال میں برکت دے۔ اور اپنے افضال کا وارث بنائے۔

کثرت ازدواج اور ہندو بزرگ

آریہ سماجی آئے دن اسلام پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ کہ اسلام نے کثرت ازدواج کا مسئلہ جاری کر کے عورتوں سے بے انصافی کی ہے۔ یہ اعتراض جس قدر نامعقول اور جاہلانہ ہے وہ تو ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ یہ اجازت دینا فطرت انسانی کے

عین مطابق ہے۔ اور یورپ بھی اب اس کی اہمیت اور ضرورت کا قائل ہو رہا ہے۔ ہندو اس کے خلاف آواز بلند کر کے نہ صرف معقول پسند انسانوں کے نزدیک بے ہودگی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بلکہ اپنے بزرگوں کی بھی تذلیل کرتے ہیں۔ جو تعدد ازدواج پر عامل تھے۔ اور اس بات سے انکار کرنے کی ان کے پاس کوئی وجہ نہیں ہے۔ چنانچہ آریہ اخبار "پرکاش" ۱۶- فروری لکھتا ہے:-

"سگر یونے بالی کے مرنے کے بعد اور بھبیکن نے راون کے مرنے کے بعد اس کی استری مندو دری کو اپنی استری بنایا اور مہابھارت میں ستیہ وتی کے ساتھ پاراشر کا گاندھرو بواہ ہوا۔ جس سے بیاس جی مہاراج پیدا ہوئے۔ اور اسی ستیہ وتی (بیاس جی کی ماں) کا دوبارہ بواہ راجہ شانتو کے ساتھ ہوا جس سے دو پتر ہوئے۔ اور بیاس جی نے امبکا اور امبالکا (دو عورتوں کے نام ہیں) سے بواہ کر کے دھرت راشٹر اور پانڈو پیدا کیا۔ ارجن (کرشن جی کے خالہ زاد بھائی) نے ناگ راجہ کی بدھوا (بیوہ) لڑکی کے ساتھ شادی کی۔ دروپدی کے پانچوں پانڈو کے ساتھ پھیرے ہوئے۔ اور پانچوں سے ۵- لڑکے ہوئے"

مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ مہاتما بیاس جی کی والدہ نے دو شادیاں کیں۔ بیاس جی مہاراج نے امبکا اور امبالکا دو عورتوں سے نکاح کیا۔ اور ارجن نے ایک شادی پہلے کرشن جی کی بہن بھدرا سے کی ہوئی تھی۔ اور دوسری شادی ناگ راجہ کی بیوہ لڑکی سے کی +

دیانندی تہذیب٭

ستیاتنی اخبار "سدرشن" کو اس جرم کی پاداش میں کہ اس نے پنڈت دھرم بھکشو کے سے بدزبان اور بے ہودہ گو کے نام کے ساتھ "پنڈت" کا اور ماسٹر لکشمن کے سے غیرت وحمیت سے عاری انسان کے نام کے ساتھ "ماسٹر" نہ لکھا۔ اخبار پرکاش (۱۶- فروری) مخاطب کر کے لکھتا ہے:-

"یہ کہاں کی تہذیب ہے۔ کہ آپ ماسٹر لکشمن جی سے محقق اور پنڈت دھرم بھکشو سے عالم کے لئے عزت کا کلمہ پنڈت اور ماسٹر استعمال کرنے سے بھی خوف کھاتے ہیں۔ اگر آپ دھرم بھکشو کی جگہ پنڈت دھرم بھکشو جی اور لکشمن کی جگہ ماسٹر لکشمن جی لکھ دیتے تو آپ کو احمدی کھا نہ جاتے"

لیکن یہی دیانندی اخبار جو دوسروں کو اس طرح تہذیب کا سبق دے رہا ہے۔ خود تہذیب سے اس قدر عاری ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے بانیؑ اور کئی لاکھ افراد کے مقدس پیشوا کا نام بھی عزت سے نہیں لے سکتا۔ چنانچہ اسی اخبار میں لکھتا ہے:-

"کتاب زیر ریویو مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیف آریہ دھرم کا جواب ہے .... تہذیب المرزا میں بڑی متانت اور سنجیدگی سے مرزا کی دل آزاریوں فحشیات اور دروغ بیانیوں کو آشکار کر کے نیوگ کی پوترتا کو سدھ کیا گیا ہے"

جس کتاب میں نیوگ کے سے غیرت کش اور شرمناک فعل کی "پوترتا" یعنی تقدیس "سدھ" کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ اس کی "متانت اور سنجیدگی" میں کیسے شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ جو لوگ دوسروں کے بزرگوں کی توہین اور تذلیل میں اپنے رشی سے بھی دو قدم آگے نکل رہے ہوں۔ انہیں کیا حق ہے کہ اپنے لئے تعریفی الفاظ کا مطالبہ کریں +

٭ کتاب زیر ریویو مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیف آریہ دھرم

پنجاب ہائی کورٹ کا مسلمان جج

یہ خبر نہایت خوشی کے ساتھ سنی گئی۔ کہ جسٹس مرزا ظفر علی صاحب جج ہائی کورٹ کے ریٹائر ہونے پر پنجاب ہائی کورٹ میں جو جگہ خالی ہوئی تھی۔ وہ سر شیخ عبدالقادر صاحب کے ذریعہ پر کی گئی ہے۔ شیخ صاحب موصوف نہایت خوش خلق، شریف الطبع۔ اور وسیع الخیال انسان ہیں۔ مسلم وغیر مسلم دونوں میں آپ کو ہر دلعزیزی حاصل ہے آپ پہلے بھی کچھ عرصہ ہائی کورٹ میں جج رہ چکے ہیں۔ آپ کے تقرر انتخاب پر ہر مشرب وملت کے لوگوں نے اظہار استحسان کیا۔ اور سر شادی لال چیف جسٹس کو اس کے لئے مبارکباد دی ہے۔ اس عزت افزائی پر ہم شیخ صاحب مذکور کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انکو ملک وملت کی خدمات کی توفیق بیش از پیش عطا فرمائے +

نماز باجماعت کے ظاہری فوائد

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ایک حکم اپنے اندر بے شمار حکمتیں اور فوائد رکھتا ہے۔ اور وہ اس قدر ظاہر و باہر ہیں کہ مخالف سے مخالف اور معاند سے معاند بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ نماز مسجد میں جا کر باجماعت ادا کرنے کا حکم جس قدر تاکید سے شریعت اسلامیہ نے دیا ہے۔ وہ ہر دیندار مسلمان اچھی طرح جانتا ہے۔ اس کے پُرحکمت ہونے کی شہادت آریہ اخبار "ملاپ" ۹- فروری یوں دیتا ہے:-

"مسلمان بھائی پہلے ہی سنگھٹت ہیں۔ ہر روز ہر محلہ کے مسلمان دن میں پانچ دفعہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور ہر شکروار کو سارے شہر کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ ان کی مسجدیں ان کے لئے ہر قسم کی سہولتیں بہم پہونچاتی ہیں۔ وہاں وہ مشورے کرتے ہیں۔ فیصلے کرتے ہیں۔ اور ان کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔ خفیہ پولیس والوں کی بھی وہاں پہونچ نہیں"

فضیلت حقیقتاً یہی ہے۔ کہ دشمن بھی اس پر رشک کرے مگر افسوس آج کل مسلمان عام طور پر مسجدوں میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنے کی طرف بہت کم متوجہ ہیں۔ اور اس طرح وہ ان بے شمار فوائد سے محروم ہیں۔ جو مسجد میں حاضر ہونے سے وابستہ ہیں۔ اور جن کی طرف آریہ سماجی بھی للچائی ہوئی نظروں سے تک رہے ہیں +

ہندوستان کا افلاس

امرتسر کے ایک جلسہ میں پرنسپل چھبیلداس صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا:-

"کئی ایک بھائیوں کو دوسرے ملکوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ یہاں کی زندگی اور وہاں کی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس ملک میں ہمارے کروڑوں ہندو اور مسلمان بھائی جو خوراک کھاتے ہیں۔ وہاں وہ خوراک کتے اور گدھے بھی نہیں کھاتے جن مکانوں میں ہم لوگ رہتے ہیں۔ اور وہ مقامات جہاں پر کہ ہم نے دیوی دیوتوں کی مورتیں رکھی ہیں۔ وہاں ولایت کے لوگ مویشی اور چوپائے بھی نہ باندھیں" (اکالی ۱۱ فروری)

یہ صحیح ہے۔ لیکن ولایت کے لوگوں کی طرح رہائش رکھنے اور اعلیٰ خوراک کھانے کے لئے اپنے اندر وہ صفات بھی پیدا کرنی چاہئیں۔ جو دنیا میں کسی قوم کی عزت اور آسائش کا موجب بنتی ہیں اگر ہندو اور مسلمان مل کر نہیں رہ سکتے۔ اور طاقتور کمزور کو کھا جانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ تو کس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ کسی تیسری طاقت کی پابندیوں سے اپنے آپ کو آزاد کرا سکیں۔ کاش ہندو صاحبان جنہیں بہت بڑی اکثریت حاصل ہے۔ اور جو بہت زیادہ اثر اور رسوخ رکھتے ہیں۔ اگر اور کسی وجہ سے نہیں۔ تو ہندوستان کے افلاس اور غربت کے خیال سے ہی وسعت قلبی سے کام لیں۔ اور ہندوستان کی اہم اقلیت کو اپنے حسن سلوک سے مطمئن کرنے کی کوشش کریں۔ اگر آج ہندوستان متحد ہو جائے تو اس کی بہت سی مصیبتیں دور ہو سکتی۔ اور کئی قسم کی آفتیں ٹل سکتی ہیں +

غیر مسلموں کی طرف سے رحم کی درخواست

وہ لوگ جو مسجدوں کے پاس عبادت کے اوقات میں باجا بجانے ڈھول پیٹنے اور شور و شر کرنے پر اصرار کیا کرتے ہیں۔ ان کی نازک مزاجی اور آرام طلبی ملاحظہ ہو۔ انہیں اتنا بھی گوارا نہیں کہ رمضان المبارک کے محدود ایام میں سحری کے وقت ان مسلمانوں کو وقت سحری کی اطلاع دی جائے۔ جو ہندوؤں کے

محلوں میں رہتے ہیں۔ چنانچہ "ملاپ" (۱۲ فروری) "ایشور کے واسطے غیر مسلموں پر رحم کرو" کے عنوان سے لکھتا ہے۔

"صبح تین بجے ہی بعض مسلمان والنٹیر ڈھول پیٹتے۔ نقارہ پر چوٹیں لگاتے ہندو محلوں کے اندر بھی دھاوا بول دیتے ہیں۔ اور اتنا شور مچاتے ہیں۔ کہ جن غیر مسلموں کا رمضان سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ ان کو سخت بیزار کرتے ہیں۔ اور ان کی نیند میں سخت قابل اعتراض طریقہ سے مزاحم ہوتے ہیں"

جو لوگ اپنی نیند کی خاطر یہ چاہتے ہیں۔ کہ مسلمان ایک قلیل عرصہ میں مسلمانوں کو ایک اہم فریضہ کی ادائگی کے لئے نہ جگائیں۔ انہیں اتنا بھی تو سوچنا چاہئے۔ کہ ایک جم غفیر کا شور و شر مچاتے ڈھول اور باجے بجاتے عبادت میں مخل ہونا محض ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے لئے ایسا کرنا اور سارا سال اسی طرح کرتے رہنا کس قدر قابل انسداد فعل ہے۔ لیکن کیا اس طرف انہوں نے کبھی توجہ کی۔ اگر پہلے نہیں۔ تو اب ہی کریں۔

کابل کے خلاف سازش کرنے والوں کی گرفتاری

کابل کے سابق وکیل تجارۃ اور امان اللہ خان سابق شاہ کابل کے سوتیلے بھائی کی گرفتاری کے متعلق صوبہ سرحد کی حکومت نے جو اعلان شائع کیا ہے۔ اس میں بتایا ہے۔ کہ چونکہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہے۔ کہ ان دونوں نے افغانستان کے امن میں خلل پیدا کرنے کی سازش کی۔ اور اس میں معروف تھے بحالیکہ افغانستان اور ہندوستان کے دوستانہ تعلقات قائم ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان کی گرفتاری ضروری سمجھی گئی۔

افغانستان کو کچھ عرصہ جن حالات میں سے گذرنا پڑا۔ اور جس قدر وہاں کشت و خون تباہی و بربادی ہوئی۔ اس کا خیال کرتے ہوئے بھی دل کانپ اٹھتا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ جن لوگوں کو خود اس خون کے سمندر میں سے گذرنا پڑا۔ کسی نہ کسی ذریعہ بچ گئے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں۔ جو پھر خون خرابہ کرانا چاہتے ہیں۔ اور موجودہ حکمران کابل کے ذریعہ جو امن قائم ہوا ہے۔ اسے برباد کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ایسے لوگوں کو سمجھ اور عقل دے۔ اگر ان لوگوں میں کچھ ہمت اور غیرت تھی۔ تو انہوں نے بچہ سقہ کو کابل پر قابض ہی کیوں ہونے دیا تھا۔ اور اگر وہ قابض ہو گیا تھا۔ تو اسے نکال کر کیوں حکمران نہ بنگئے۔ اب جبکہ ایک بہادر اور باغیرت انسان نے اسکا قلع قمع کر دیا۔ کابل پر حکومت کرنیکے خواب دیکھنا اور موجودہ حکومت کے خلاف سازشیں کرنا نہایت ہی شرمناک فعل ہے۔

گورنمنٹ ہند نہ صرف اس لحاظ سے تعریف کی مستحق ہے۔ کہ اس نے اپنی ایک ہمسایہ سلطنت سے جس سے اسکے دوستانہ تعلقات قائم ہیں۔ فتنہ و فساد پھیلانے کی سازش کو نشو و نما دینے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ اس لحاظ سے بھی قابل توصیف ہے

آریوں کی اسلام دشمنی میں کسی کو شک نہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ وہ اظہار عداوت میں تہذیب و شرافت کی تمام حدود سے گذر جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ جن اسلامی امور کے متعلق زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ ان پر نہ صرف گذشتہ زمانہ میں ان کے رشی۔ منی عمل پیرا رہے ہیں۔ بلکہ اب بھی بڑے بڑے مشہور آریہ اُن کی پابندی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

آریہ معترضین تعدد ازدواج پر اعتراض کرتے ہوئے بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والاصفات پر حملہ کرنے سے بھی نہیں شرماتے حالانکہ غیر متعصب اور سمجھدار غیر مسلم تک معترف ہیں۔ کہ آپ نے سارے نکاح نہایت اہم اور ضروری مصلحتوں کے ماتحت کئے۔ غرض آریہ تعدد ازدواج پر اعتراض تو کرتے ہیں۔ مگر کئی اس پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں دیکھتے۔

حال میں دہلی کے ایک مشہور آریہ لالہ دیوان چند کے مرنے کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ تمام کے تمام آریہ اخبارات اس پر غم و الم کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور اس کا "عالمگیر ماتم" منا رہے ہیں۔ لالہ جی کے حالات بیان کرتا ہوا "ملاپ" (۸۔ فروری) لکھتا ہے:۔

"لالہ جی آریہ سماج کے بڑے ہتیشی اور سیوک تھے۔ آپ کے کوئی اولاد نہیں ہے۔ اور آپ دو ودھوائیں چھوڑ گئے ہیں"

"دو ودھوائیں چھوڑ جانے" کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ لالہ جی جو آریہ سماج کے بڑے ہتیشی اور سیوک تھے" آریہ سماج کے بانی رشی دیانند جی کے ارشاد پر عمل کرنے کی بجائے ایک اسلامی اجازت سے مستفیض ہونا پسندیدہ خیال کرتے تھے۔

رشی دیانند جی نے اپنے پیرؤوں کو دوسری شادی کی اجازت دینے کی بجائے "نیوگ" پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور ویدک منتر پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"اس منتر سے گیارھویں مرد تک عورت نیوگ کر سکتی ہے۔ ویسے مرد بھی گیارھویں عورت تک نیوگ کر سکتا ہے" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۶

جہاں گیارہ تک عورتوں سے "نیوگ" کرنے کا حکم ہو۔ وہاں دوسری شادی کی کہاں اجازت ہو سکتی ہے۔ اور جو آریہ ایک عورت کی موجودگی میں دوسری شادی کرتا ہے۔ وہ گویا نیوگ کو اپنے لئے ناقابل عمل اور شرمناک فعل سمجھتا ہے

آریوں کو اس بات کا بھی بڑا صدمہ ہے۔ کہ لالہ جی کے کوئی اولاد نہیں۔ یہ واقعی افسوسناک امر ہے۔ کہ دو استریوں کے ہوتے ہوئے لالہ جی کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ دراصل یہ خدا کی دین ہے۔ جسے چاہتا ہے۔ دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے۔ محروم رکھتا ہے۔ لالہ جی بھی یہی خیال رکھتے ہونگے۔ اور اپنے رشی کی غیرت کش تعلیم کو ناقابل التفات سمجھتے ہونگے ورنہ وہ تو فرما چکے ہیں:۔

"جب خاوند اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو۔ تب اپنی عورت کو اجازت دے۔ کہ اے نیک بخت اولاد کی خواہش کرنے والی عورت تو مجھ سے علاوہ دوسرے خاوند کی خواہش کر۔ کیونکہ اب مجھ سے تو اولاد نہیں ہو سکے گی۔ تب عورت دوسرے کے ساتھ نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔ لیکن اس بیاہے عالی حوصلہ خاوند کی خدمت میں کمربستہ رہے۔ ویسے ہی عورت بھی جب بیماری وغیرہ میں پھنس کر اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو۔ تب اپنے خاوند کو اجازت دے کہ اے مالک آپ اولاد کی امید مجھ سے چھوڑ کر کسی دوسری بیوہ عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کیجئے" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۷ [reading uncertain]۔

گویا رشی دیانند نے مرد و عورت دونوں سے کہدیا ہے۔ کہ ان میں سے جو بھی اولاد پیدا کرنے کے قابل ہو۔ اسے غیر مرد یا غیر عورت سے نیوگ کرنا چاہیئے۔ اور اس سلسلہ کو گیارہ عورتوں یا گیارہ مردوں تک جاری رکھنا چاہیئے۔ لیکن "آریہ سماج کے بڑے ہتیشی اور سیوک" بھی باوجود اولاد نہ ہونے کے اس طرف رُخ نہیں کرتے۔

یہ نیوگ کی شرمناک فحاشتوں میں سے صرف ایک ہے جس کا ذکر ضمناً آگیا ورنہ اس کی ایک ایک بات نہایت ہی حیاسوز ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ کوئی آریہ کھلم کھلا اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہاں بعض منچلے ایسے ہیں۔ جو "نیوگ کی فلاسفی" بیان کرنے اور "نیوگ کی پوترتا ثابت" کرنے کا دعوے رکھتے ہیں۔ ہم ان کی ہمت اور جرأت کے فوراً قائل ہو جائیں۔ اگر وہ زبان سے نہیں۔ بلکہ عمل سے نیوگ کی فلاسفی اور "پوترتا" سمجھائیں۔

کیا کوئی آریہ ہے۔ جو یہ کہہ سکے۔ کہ اس نے اپنے رشی کے اس حکم کے مطابق نیوگ کیا یا کرایا۔ کہ "جب عورت مرد کا نیوگ ہونا ہو۔ تب اپنے خاندان میں مرد عورتوں کے سامنے ظاہر کریں۔ کہ ہم دونوں اولاد پیدا کرنے کی غرض سے نیوگ کرتے ہیں"۔

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

نظامِ جماعت کے متعلق ضروری ہدایات

خلیفہ سے ہر ایک احمدی کا براہِ راست تعلق ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء

سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں گھر سے تو ایک اور مضمون کے متعلق آج خطبہ پڑھنے کے لئے نکلا تھا۔ لیکن رستہ میں اور جمعہ کے لئے گھر سے نکلنے کے قریب وقت میں مجھے بعض خطوط ایسے طالب علموں کی طرف سے ملے ہیں۔ جن کے متعلق میں سمجھتا ہوں۔ میرا کچھ بیان کرنا ضروری ہے شائد طالب علموں کو خیال ہو۔ کہ انہیں کوئی تکلیف پہونچے۔ اس لئے میں اس بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ تا ایسا نہ ہو۔ کہ ان طالب علموں کے دل میں خیال پیدا ہو۔ کہ ان کے خطوط ان لوگوں کے پاس پہونچ جائیں گے جن کے قریب انہیں رہنا پڑتا ہے۔ یا کسی اور طریق سے ان کا پتہ لگ جائے گا۔ میں انہیں بتا دیتا ہوں۔ کہ ان کے نام ظاہر نہ کئے جائیں گے۔ گو ان شکایتوں کی تحقیقات کی جائے گی۔ جو انہوں نے لکھی ہیں*

مجھے ان خطوط کو پڑھ کر

نہایت ہی حیرت

ہوئی۔ ان طالب علموں کی اخلاقی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے جنہوں نے شکایات لکھی ہیں۔ بظاہر یہی خیال آتا۔ کہ ان کی باتوں کو درست سمجھ لوں۔ لیکن اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ کہ

استاد کا کام

لڑکوں کو اخلاق اور آداب سکھانا۔ اور ان میں دینداری پیدا کرنا ہے یہی کہوں گا۔ کہ وہ باتیں صحیح نہ ہوں۔ اور اگر خدانخواستہ صحیح ہوں۔ تو جن کے متعلق وُہ ہیں۔ ایسے لوگوں کا محکمہ تعلیم میں ہونا اس محکمہ کی نیک نامی کا موجب نہیں ہو سکتا*

سب سے پہلے تو میں

ایک اور امر

کی طرف قادیان کے لوگوں کو اور باہر کے لوگوں کو۔ طالب علموں کو اور دوسرے لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ یہ ایک ایسا امر ہے۔ جس کے متعلق لوگوں میں عام طور پر

غلط فہمی

پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس وجہ سے بعض لوگ حقیقت حال مجھ تک نہیں پہنچاتے۔ یا اپنے خیال میں نہیں پہنچا سکتے۔ میں اس بارے میں آج ایک

عام ہدایت

دینا چاہتا ہوں۔ جس کے یاد رکھنے سے احباب آئندہ ایسا طریق اختیار کر سکتے ہیں۔ جو ان کے اپنے لئے بھی مفید ہو۔ اور دوسروں کے لئے بھی فائدہ رساں ہو سکتا ہے*

سب سے پہلے اس امر کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ کوئی ایسی رپورٹ یا ایسا خط جو

گمنام

ہو۔ اس کی طرف میں توجہ نہیں کیا کرتا۔ خواہ اس کا مضمون کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو۔ ایسے دوست خواہ وُہ قادیان کے ہوں۔ خواہ باہر کے ہوں۔ طالب علم ہوں۔ یا دوسرے لوگ ہوں۔ جنہوں نے کوئی امر مجھ تک پہنچانا ہو۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایسی ہر ایک تحریر جس کے نیچے لکھنے والے کا نام نہ ہو۔ اور صحیح نام نہ ہو۔ (مصنوعی اور بناوٹی نام اگر لکھ دیا جائے۔ تو اس کی طرف بھی توجہ نہیں کی جاتی) اس کی طرف قطعاً کسی صورت میں بھی میں توجہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ بلکہ اگر کسی امر پر توجہ کر بھی رہا ہوں۔ اور اس کے متعلق گمنام خط آ جائے۔ تو جان بوجھ کر اسے تعویق میں ڈال دیتا ہوں۔ تاکہ بزدلی اور منافقت کی سزا اس شخص کو ملے*

میرے نزدیک اس سے زیادہ بُزدلی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ بغیر اپنا نام ظاہر کئے کسی امر کی طرف توجہ دلائی جائے۔ پس ایک تو اس امر کو یاد رکھو۔ کہ

کوئی تحریر بے نام نہیں ہونی چاہیئے

بے شک بعض حالات میں بعض انسانوں کو نام ظاہر ہو جانے پر تکلیف پہونچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یا بعض لوگوں میں اتنی جُرأت نہیں ہوتی کہ سامنے ہو کر مقابلہ کر سکیں۔ یا حالات ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جس امر کا وُہ ذکر کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت وُہ اپنی شہادت کے سوا کوئی اور نہیں دے سکتے۔ ایسی حالت میں ایک طریق بتاتا ہوں۔ اس پر عمل کر کے اپنی ذمہ واری سے بھی ایسے اصحاب سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ اور دوسروں کے لئے بھی مفید بن سکتے ہیں*

مگر قبل اس کے کہ میں وُہ طریق بتاؤں۔ یہ بھی بتا دیتا ہُوں کہ اس بات کی طرف بھی توجہ نہیں کی جاتی۔ جس کی

کوئی ایسی کڑی

نہ بتائی جائے جس سے اس امر کی تحقیقات کی جا سکے۔ مثلاً لکھا جاتا ہے لوگ یوں کہتے ہیں۔ یا ایسا ہو رہا ہے۔ اس سے کیا پتہ لگ سکتا ہے کہ کونسے لوگ یوں کہتے ہیں۔ یا کہاں ایسا ہو رہا ہے۔ چاہیئے کہ ایسے لوگوں کا نام لکھا جائے۔ ورنہ اس امر کی طرف بھی توجہ نہیں کی جا سکتی۔ توجہ اسی وقت ہو سکتی ہے۔ جبکہ یا تو یہ لکھا جائے۔ کہ فلاں بات میری چشم دید ہے۔ یا میں نے اپنے کانوں سے سُنی ہے۔ یا زید یا بکر یا خالد کو کہتے سُنا ہے۔ یا فلاں نے مجھ سے کہا۔ کہ میں نے یہ بات خود دیکھی یا سُنی ہے۔ اس طرح ایسی کڑی معلوم ہو جاتی ہے جس سے تحقیقات کی جا سکتی ہے*

کئی لوگ ہیں

جو اس قسم کے خطوط بھیجتے ہیں۔ کہ لوگ یوں کہتے ہیں۔ یا یوں ہو رہا ہے اور پھر کہتے ہیں۔ ان کے خط پر توجہ نہیں کی گئی۔ حالانکہ جب وُہ کسی کا نام ہی نہیں لکھتے۔ تو توجہ کس طرح کی جائے۔ اگر انہوں نے واقعہ میں کسی سے وہ بات سنی تھی۔ تو سننے والے کا نام کیوں نہ یاد رکھا۔ یا اگر کسی کو وُہ بات کرتے دیکھا تھا۔ تو اس کا نام کیوں نہ لکھا۔ پس اس قسم کی رپورٹ کرتے وقت ضروری ہے۔ کہ لکھا جائے۔ فلاں کو یہ بات میں نے کرتے دیکھا۔ یا فلاں نے مجھے یہ بات سُنائی۔ اگر یہ ڈر ہو۔ کہ اس کا

خط کسی اور کے ہاتھ میں

نہ جا پڑے۔ تو میں ایسے لوگوں کو تسلی دیتا ہوں۔ کہ کوئی خط میرے پڑھے بغیر اور میرے خود بھیجے بغیر دفتر میں نہیں جاتا۔ اس سارے عرصہ خلافت میں کوئی چار پانچ دفعہ ایسا ہُوا ہے۔ کہ شدید بیماری کی حالت میں ڈاک کا

کچھ حصہ بغیر پڑھے دفتر میں چلا گیا۔ یا بعض اوقات ایسے خطوط بھیج دئے جاتے ہیں۔ جن کے متعلق مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان میں لمبی تبلیغی رپورٹیں ہیں۔ ان کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے۔ خلاصہ سنا دیا جائے۔ ورنہ

کوئی خط

خواہ اس میں کوئی راز کی بات ہو یا نہ ہو۔ دُعا کے متعلق ہو۔ یا کسی اور امر کے متعلق۔ بغیر میری نظر سے گذرے اور بغیر میری مرضی کے دفتر میں نہیں جاتا۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ بعض دفعہ بعض خطوط میں ایسی باتیں ہوتی ہیں۔ کہ اگر وُہ دفتر میں چلی جائیں۔ تو موجب ابتلاء ہو سکتی ہیں۔

پس اول تو میں یہ تسلی دلاتا ہوں۔ کہ کوئی خط کسی اور کے ہاتھ میں نہیں جاتا۔ جب تک کہ میں اس کا جانا مناسب نہ سمجھوں۔ لیکن اس کے علاوہ اس بارے میں

ایک اور گُر

بھی بتاتا ہُوں۔ اور وُہ یہ کہ لکھنے والا یوں لکھ سکتا ہے۔ کہ بعض لوگوں کو میں نے یہ بات کرتے یا یہ بات کہتے سُنا ہے۔ لیکن چونکہ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ میرا خط کسی اور کے ہاتھ میں نہ جا پڑے۔ اس لئے اگر آپ نام پوچھینگے۔ تو بتا دئے جائینگے۔ ایسی صُورت میں اگر سہو سے کوئی خط دفتر میں چلا بھی جائے۔ گو جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ ممکن سے ممکن احتیاط کی جاتی ہے۔ تاہم اگر فرض کر لیا جائے۔ ہزاروں میں سے کوئی ایک مثال ایسی بھی ہو سکتی ہے۔ اور کوئی اطلاع دینے والا اس سے ڈرتا ہے۔ تو وُہ یُوں لکھے۔ کہ مجھ سے اس بارے میں جو کچھ پُوچھا جائے گا۔ میں بتا دُونگا۔ تو اس طرح لکھنے سے اطمینان ہو جائیگا۔ کہ اس نے یونہی گپ نہیں لکھی۔ بلکہ واقعہ لکھا ہے ۞

تیسری بات

ایک اور کہنا چاہتا ہُوں۔ اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اس قسم کی شکایت کرے۔ کہ اس کا ثبوت اس کے پاس سوائے اپنی ذات کے کوئی نہ ہو۔ مثلاً اس نے کسی کو فتنہ کی بات کرتے سُنا یا دیکھا۔ مگر اس وقت وُہ اکیلا ہی تھا۔ اور کوئی گواہ نہ تھا۔ یا یہ کہ اُسے معلوم ہو۔ کہ جن کے سامنے وہ بات کہی۔ یا کی گئی۔ وُہ گواہی نہ دینگے۔ تو یُوں لکھ سکتا ہے یہ بات فلاں کو میں نے کہتے یا کرتے دیکھا۔ مگر اس کا گواہ سوائے میرے اور کوئی نہ تھا۔ یا یہ کہ فلاں فلاں کے سامنے فلاں بات ہوئی۔ مگر مجھے پتہ ہے۔ کہ وُہ گواہی نہ دیں گے۔ اس لئے میں بطور اطلاع یہ بات لکھتا ہوں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے۔

ایسی باتیں ذاتی

نہ ہونی چاہئیں۔ اگر کسی کی اپنی ذات سے کوئی قصُور سرزد ہوا ہے تو اس کے متعلق ایسی شکایت کرنا گناہ ہے۔ اور اگر کسی اور کی ذات کے متعلق ہے۔ تو اس کا ذکر بھی گناہ ہے۔ ہاں اگر ایسی بات جماعت اور سلسلہ سے تعلق رکھتی ہو۔ تو اس کے متعلق اطلاع دینا گناہ نہیں۔ بلکہ

قومی فرض

ہے۔ مثلاً اگر کوئی کسی کو قومی مال کو نقصان پہونچاتے دیکھے۔ یا سلسلہ اور جماعت کو بدنام کرتے دیکھے۔ تو ایسے شخص کی رپورٹ دے سکتا ہے۔ بغیر اس کے کہ اپنی ذات کے سوا اس کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی کسی ایسی بدی میں مبتلا ہو۔ جو اس کی ذات سے تعلق رکھتی ہو۔ تو اس کے متعلق خاموش رہنا چاہیئے۔ اور اس کے لئے دُعا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ

ذاتی معاملات میں

خدا تعالےٰ نے ستاری کو ترجیح دی ہے۔ مگر قومی معاملات میں اطلاع دینے کو ترجیح دی ہے۔ قرآن کریم کو پڑھ کر دیکھ لو۔ جہاں ذاتی برائی کے متعلق پردہ پوشی کی تلقین کی گئی ہے۔ وہاں قومی برائی کا بیان کرنا فرض قرار دیا گیا ہے ؞

پس یہ فرق بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ بعض لوگ

دُوسروں کی ذاتی بُرائیاں

پہونچانے لگ جاتے ہیں۔ ان کی طرف نہ صرف توجہ نہیں کی جاسکتی بلکہ ایسی باتیں بیان کرنے والوں کی اصلاح کے لئے میں انہیں ڈانٹ دیتا ہوں۔ کیونکہ

عیب چینی اور بدگوئی

کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ ہاں جو باتیں جماعت اور سلسلہ کے خلاف ہوں۔ ان کا بیان کرنا پسند کرتا ہے۔ خواہ اس طرح کسی انسان کو نقصان ہی پہونچے۔ ایسے امُور کے متعلق جب اطلاع دی جائے۔ تو یوں نہ لکھا جائے۔ کہ لوگ یہ کہتے ہیں۔ بلکہ یُوں ہو۔ کہ میں نے فلاں کو یہ بات کہتے یا کرتے دیکھا۔ یا فلاں نے دیکھا۔ اور مجھے سنایا۔ لیکن میرے سوائے اور کوئی اس بات کا گواہ نہیں۔ یا گواہ ہیں۔ تو سہی۔ لیکن گواہی نہ دیں گے۔ اس لئے میں بطور اطلاع لکھتا ہُوں۔ ہم ایسی باتوں پر

کوئی گرفت

نہ کرسکیں گے۔ مگر ہوشیار ہو جائیں گے۔ اور اس بات کا خیال رکھیں گے ؞

ایک دفعہ ایک عزیز نے مجھے آکر کہا۔ فلاں شخص فلاں جماعت میں اس قسم کی باتیں کرکے فتنہ پھیلا رہا ہے۔ میں نے اس کی بات سُن لی۔ مگر کچھ جواب نہ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر اُس نے آکر یہی بات کہی۔ اور اس پر بہت زور دیا۔ مَیں نے کہا۔ یہ آپ کی رائے ہے۔ اور مجھے اس بات کا عِلم آپ کے سُنانے سے پہلے کا ہے۔ مگر شریعت اسلامی ایسی صوُرت میں اجازت نہیں دیتی۔ کہ میں ہاتھ ڈالوں۔ وُہ میرے متعلق اور میرے ہی خلاف سازش تھی۔ مگر میں نے کہا جب

شریعت اجازت نہیں دیتی

تو خواہ کوئی بات میری ذات کے متعلق ہو۔ یا کسی اور کے متعلق۔ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ پھر میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔ کہ کسی اور بہانہ سے اسے کوئی سزا دُوں۔ کیونکہ یہ

دیانت اور تقویٰ کے خلاف

ہے۔ اس پر اس عزیز نے جوش میں آکر کہا۔ اس کے تو یہ معنی ہُوئے۔ کہ فساد بڑھتا جائے۔ اور اسے روکا نہ جائے۔ میں نے کہا۔ جو خُدا روکتا ہے۔ کہ ایسی بات کی سزا نہ دو۔ وُہ فساد کا بھی ذمہ دار ہے۔ وہی اس کے متعلق انتظام کرے گا۔ پس خدا تعالےٰ نے جہاں حد بندی کردی ہے۔ وہاں ہمیں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ اس کی ذمہ داری اللہ تعالےٰ پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اگر اس وجہ سے کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ تو ہم اللہ تعالےٰ کے سامنے کہہ دیں گے۔ اس لئے ہُوا۔ کہ آپ نے کہا تھا۔ فلاں موقعہ پر سزا دینی چاہیئے۔ اور فلاں موقعہ پر چشم پوشی کرنی چاہیئے۔ اور میں تو سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے جب کوئی ایسا فتنہ پیدا ہونے لگے۔ تو خود اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ خدا تعالےٰ چونکہ بندوں کے متعلق یہی پسند کرتا ہے۔ کہ ان کی اصلاح ہو۔ اور وُہ توبہ کریں۔ اس لئے ڈھیل دیتا ہے۔ اور جب

خدا تعالےٰ ڈھیل دیتا ہے

اور توبہ کا دروازہ کُھلا رکھتا ہے۔ تو کسی بندے کا کیا حق ہے کہ اسے بند کرے۔ خواہ فتنہ پھیلانے والا میری ذات کے متعلق شرارت کرے۔ یا کسی اور کی ذات کے متعلق۔ پس جب کوئی ذاتی معاملہ ہوگا۔ تو اس کا تصفیہ شہادت پر اسی طریق سے ہوگا۔ جو شریعت نے مقرر کیا ہے۔ اور اگر کوئی قومی معاملہ ہوگا تو اس کا فیصلہ رائے عامہ سے ہوگا۔ اس کے بغیر نہیں ۞

بعض لوگوں کو یہ بھی دھوکا لگا ہے۔ کہ وُہ

اگر کوئی بات مجھ تک پہنچانا چاہیں

تو اسے نہیں پہونچا سکتے۔ اور اس کے لئے انہیں موقعہ نہیں دیا جاتا۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ ہر ایک احمدی ہر ایک بات جو مجھ تک پہونچانا چاہے۔ پہونچا سکتا ہے۔ سوائے اس بات کے۔ جو دفتری لحاظ سے اس کی ذات کے متعلق ہو۔ مثلاً اگر کوئی یہ لکھے۔ کہ میری ترقی روک دی گئی ہے۔ یا مجھے فلاں حق نہیں دیا گیا۔ تو اس قسم کی باتوں پر میں اس وقت تک غور نہ کرُوں گا جب تک

متعلقہ دفتر کے ذریعہ

کاغذ نہ آئے۔ لیکن اگر کوئی اس قسم کی بات ہو۔ (خدانخواستہ) کہ دفتر میں فلاں خیانت کرتا ہے۔ یا قومی کام کو نقصان پہونچاتا ہے۔ تو اس قسم کی شکایت کو میں سُنوں گا۔ کیونکہ قوم کے ہر ایک فرد کا خواہ وہ کلرک ہو۔ یا چپڑاسی فرض ہے۔ کہ

قومی حقوق کی حفاظت

کرے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ لکھنا چاہے۔ کہ فلاں نظام میں تبدیلی ہونی چاہیئے۔ اور انتظام کی صُورت یہ ہے۔ تو بھی لکھ سکتا ہے۔ خواہ لکھنے والا کوئی ہو۔ کیونکہ اس کا خلافت سے براہ راست ویسا ہی تعلق ہے۔ جیسا ناظر اعلےٰ کا۔ یا دوسرے ناظروں کا۔ یا کلرکوں کا۔ یا چپڑاسیوں کا۔ یا جو کوئی بھی سلسلہ کا کام کرتا ہے اِس کا محض

ڈسپلن کے قیام کے لئے

یہ رکھا گیا ہے۔ کہ جو بات کسی کارکن کی ذات کے متعلق ہو۔ وُہ براہ راست میرے پاس نہیں آنی چاہیئے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ افسر کی رائے بھی ساتھ ہو۔ تاکہ دونوں کی بات اکٹھی میرے سامنے آئے۔ باقی

سلسلہ کے نظام کے متعلق تجاویز

پیش کرنے یا کسی فتنہ وفساد کے متعلق اطلاع دینے سے کسی نے کسی کو منع نہیں کیا۔ اور نہ کوئی منع کر سکتا ہے۔ جب تک خلافت قائم ہے۔ ہر ایک احمدی کا براہ راست خلیفہ کے ساتھ تعلق ہے۔ جیسے خدا تعالےٰ سے ہر ایک انسان کا براہ راست تعلق ہے۔ مگر دیکھو۔ بعض معاملات میں اللہ تعالےٰ نے بھی حدبندی کر دی ہے۔ مثلاً انسانوں کے آپس کے معاملات کے متعلق۔ ہر ایک انسان کا خدا تعالےٰ سے براہ راست تعلق ہے۔ لیکن معاملات میں براہ راست کوئی حکم جاری نہیں کر سکتا۔ اگر ایک شخص دوسرے کو تھپڑ مارتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ فرماتا ہے جزاء سیئة سیئة مثلها۔ مگر یہ اجازت نہیں دیتا۔ کہ خود تھپڑ مار لیا جائے۔ بلکہ قاضی کے توسط سے تھپڑ لگواتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ نے بھی

بعض امور کے متعلق قیود

لگائی ہیں۔ مگر پھر یہ بھی کہتا ہے۔ کہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ حتےٰ کہ رسول بھی واسطہ نہیں۔ خلفاء بھی دُنیا میں

خدا تعالےٰ کے قائمقام

ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے اور ان کے ماننے والوں کے درمیان بھی کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ سوائے محکمانہ امور کے جو کسی کی ذات سے تعلق رکھتے ہوں۔ مثلاً ترقی یا سزا یا کسی امر میں بے انصافی وغیرہ کے متعلق ہوں۔ ایسے امور متعلقہ افسر کے ذریعہ آنے چاہئیں۔ یا ایسا کام جس پر کوئی شخص مقرر ہے۔ اس کے متعلق اگر رپورٹ کرتا ہے۔ تو وہ افسر کے ذریعہ آنی چاہیئے۔ ہاں اگر اس امر کے متعلق مثلاً صیغہ دعوت وتبلیغ میں کوئی کام خراب ہو رہا ہے۔ یا افسر کا رویہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا نہیں۔ تو اس قسم کی باتیں براہ راست لکھی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح کوئی کارکن

اپنے کام کے متعلق

براہ راست مجھ سے پوچھ سکتا ہے۔ اور اسی طرح پوچھ سکتا ہے۔ جس طرح ناظر پوچھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ میرے مشورہ کو اپنے لئے آڑ نہ بنائے۔ مثلاً اگر ایک ماسٹر میرے پاس آکر کہے۔ کہ فلاں انتظام جو میرے سُپرد ہے۔ وُہ میں اس طرح کرنا چاہتا ہُوں۔ آپ کا اس کے متعلق کیا مشورہ ہے۔ تو میں اُسے مشورہ دُونگا۔ مگر یہ نہیں۔ کہ اگر ناظر اپنے قواعد کے ماتحت اس پر گرفت کرے۔ تو وُہ یہ کہہ کر بری ہونا چاہے۔ کہ خلیفة المسیح نے اس طرح کہا تھا۔ اگر وُہ ایسا کرنا چاہتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ اپنے کاغذات افسر کے ذریعہ میرے پاس بھیجے۔ ورنہ میں اسے جو مشورہ دُونگا۔ وُہ ایسا ہی مشورہ ہوگا۔ جیسا وُہ اپنے کسی ذاتی کام مثلاً بیاہ شادی کے متعلق مجھ سے مشورہ لیتا ہے۔ پس اگر کوئی افسر یا کارکن ایسے امُور کے متعلق مجھ سے مشورہ لینا چاہے۔ جو اس کے اختیار سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو میں مشورہ دونگا۔ مگر اس کا یہ حق نہ ہوگا۔ کہ اگر افسر اس سے جواب طلب کرے۔ تو وہ کہہ دے۔ خلیفة المسیح نے اس طرح کہا تھا۔ اگر افسر اس کے فعل کو ناجائز قرار دے۔ اور خلاف قاعدہ بتائے۔ تو وُہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ خلیفة المسیح سے میں نے مشورہ لے لیا تھا۔ کیونکہ جو مشورہ میں نے اسے دیا تھا۔ وُہ

ذاتی مشورہ

تھا۔ اور اس کی ذمہ واری اس پر عائد ہوگی۔ پس اس لحاظ سے اگر کوئی کارکن میرے پاس مشورہ کے لئے آئے۔ تو خواہ وُہ چپڑاسی ہو۔ یا کلرک یا ناظر۔ میں اسے مشورہ دونگا۔ مگر اس پر عمل کرنا اسکی

اپنی ذمہ واری

پر ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی طالب علم میرے پاس آئے۔ اور آکر کہے میری ماں بیمار ہے۔ مجھے اس کے پاس جانا چاہیئے۔ یا نہیں۔ تو میں کہُونگا۔ ضرور جانا چاہیئے۔ لیکن وُہ اپنے افسر سے رخصت لئے بغیر چلا جائے۔ اور جب افسر اس پر سزا دے۔ تو وہ حق بجانب ہوگا کیونکہ اس سے رخصت لینا ضروری تھا۔

بعض لوگ ان تفصیلات کے نہ سمجھنے کی وجہ سے خیال کر لیتے ہیں۔ کہ میرے اور ان کے درمیان اور لوگ واسطہ ہیں۔ مگر یہ درست نہیں۔

نظام کی پابندی

کے لئے جو قواعد بنائے گئے ہیں۔ ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے یہ پابندی مجھ سے مشورہ لے لینے سے دُور نہیں ہو جاتی۔ مثلاً کسی سکول کا ہیڈ ماسٹر میرے پاس آکر کہے۔ میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ اور میں کہدوں۔ کر لو۔ لیکن کسی قاعدہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے ناظر اس کے متعلق پوچھے اور ہیڈ ماسٹر کہدے۔ خلیفة المسیح کے مشورہ سے میں نے ایسا کیا۔ تو یہ جائز نہ ہوگا۔ میں صرف انہی امُور کے متعلق کسی کو مشورہ دے سکتا ہوں جن کا کرنا اس کے اپنے اختیار میں ہو۔ اور پھر ان میں بھی ذمہ واری اسے اپنے اُوپر لینی چاہیئے۔ نہ کہ مجھ پر رکھنی چاہیئے۔

یہی قاعدہ ناظروں کے لئے ہے۔

انہیں حق ہے۔ کہ مجھ سے مشورہ لیں۔ مگر پھر وُہ کام اپنی ذمہ واری پر کرنا ہوگا۔ کیونکہ جو رائے میں دیتا ہوں۔ اس کے متعلق ان کی مرضی پر ہوتا ہے۔ کہ عمل کریں۔ یا نہ کریں۔ ہاں جب نظارت کسی امر کے متعلق میرا

مشورہ نہیں بلکہ حکم

لینا چاہتی ہے۔ تو اس کے لئے وہی پابندی ہے۔ کہ اس کا کاغذ ناظر اعلےٰ کے ذریعہ آئے۔ اس وقت میں جو حکم دُوں اس کی ذمہ واری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن جو مشورہ براہ راست لیا جائے۔ اس کی ذمہ واری مشورہ لینے والے پر ہی ہوتی ہے۔

یہ ایسا

طریق عمل

ہے۔ کہ جس کی وجہ سے کوئی دھوکہ نہیں لگ سکتا۔ مگر بہت لوگ شکایت کرتے ہیں۔ کہ ہمیں مشورہ لینے یا کوئی بات پیش کرنے کا حق حاصل نہیں۔ حق ہر ایک کو ہے۔ لیکن یہ نہیں۔ کہ ذمہ واری مجھ پر ڈالی جائے۔ بلکہ خود ذمہ دار ہونا چاہیئے۔

یہ ہدایات

میں نے اس لئے دی ہیں۔ کہ باہر کی جماعتیں بھی اس قسم کی غلط فہمیوں سے بچ سکتی ہیں۔ جو لاعلمی کی وجہ سے پائی جاتی ہیں۔ اور ان لوگوں کا حجاب بھی دور ہو سکتا ہے۔ جو سمجھتے ہیں۔ کہ افسروں کی شکایتیں کر سکتے ہیں۔ یا نہیں۔ اس میں نہ افسر کے لئے کوئی خاص حق ہے۔ نہ ماتحت اس حق سے محروم ہے۔ اور نہ طالب علم اس سے محروم ہے۔ ایک طالب علم اسی طرح کوئی بات مجھ تک پہونچا سکتا ہے۔ جس طرح مدرس۔ اور ایک مدرس اسی طرح مجھ تک پہونچا سکتا ہے۔ جس طرح ہیڈ ماسٹر۔ اور ہیڈ ماسٹر اسی طرح اپنی بات میرے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ جس طرح ناظر۔ اور ناظر اسی طرح مجھ سے مشورہ لے سکتا ہے۔ جس طرح ناظر اعلیٰ۔ مگر جو

فرق

میں نے بتایا ہے۔ اسے ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ یعنی اگر کوئی خود مشورہ کے لئے آئے۔ تو چونکہ ہر ایک احمدی کے ساتھ میرا ایسا ہی تعلق ہے۔ جیسا کہ ایک باپ کو اپنے بیٹے سے اور مربی کو اپنے ساتھ تعلق رکھنے والے سے۔ اس لئے جس طرح ماں باپ مشورہ دیتے ہیں۔ اسی طرح میں بھی دونگا۔ مگر وہ میرا مشورہ بلحاظ نظام اور سلسلہ کے نہ ہوگا۔ بلکہ بلحاظ خلافت کے اس

روحانی تعلق

کے ہوگا۔ جو ہر ایک احمدی کے ساتھ ہے۔ مگر کوئی اس مشورہ

کی آڑ میں قانون شکنی یا افسر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ باوجود دیگر ساتھ مشورہ کرنے کے اگر کوئی قانون اسے اس کام کے کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ تو اس کا کرنا اس کے لئے جائز نہ ہوگا۔ جیسے میں نے طالب علم کی مثال دی ہے۔ کہ وہ آکر مجھے کہے۔ کہ میری ماں بیمار ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ تو میں مشورہ دونگا۔ کہ چلے جاؤ۔ مگر اس کا یہ مطلب نہ ہوگا۔ کہ وہ سکول سے چھٹی لینے سے آزاد ہو گیا۔ چھٹی اس کے لئے لینی ضروری ہوگی۔ یہی بات دوسروں کے لئے ہے۔

میں نے ان امور کی اس لئے وضاحت کر دی ہے۔ کہ میرے پاس شکایت پہونچی تھی۔ کہ بعض لوگوں کو احساس ہے کہ انہیں

مجھ تک پہنچنے کی اجازت

نہیں۔ یہ غلط ہے۔ خواہ کوئی کتنا چھوٹا ہو۔ یا بڑا ہو۔ عمر کے لحاظ سے۔ خواہ کوئی کتنا چھوٹا ہو۔ یا بڑا ہو۔ تجربہ کے لحاظ سے۔ خواہ کوئی کتنا چھوٹا ہو۔ یا بڑا ہو۔ علم کے لحاظ سے۔ ہر معاملہ میں خواہ وہ بات چھوٹی ہو۔ یا بڑی ہو۔ خلیفہ وقت سے مشورہ لینے کا

ہر ایک احمدی کو حق ہے

بشرطیکہ اپنی ضرورتوں کے لحاظ سے خلیفہ اسے مشورہ لینے کی اجازت دے۔ یعنی جب وہ اپنی مصروفیتوں کو دیکھکر وقت دے۔ تو کوئی بات کسی کے متعلق ہو۔ بڑی ہو۔ یا چھوٹی۔ خلیفہ کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ وہ آکر کہہ سکتا ہے۔ کہ ناظر اعلےٰ کی جگہ یہ انتظام ہونا چاہئے۔ چاہے میں اس کی بات مانوں یا نہ مانوں۔ مگر اس کو بات پیش کرنے کا ایسا ہی حق ہے۔ جیسے ناظر اعلےٰ کو۔ ہاں اگر کوئی طالب علم آکر ایسی بات پیش کرتا ہے۔ جو اس کے علم اور عقل سے بالا ہے۔ تو میں اس کی بات سنونگا۔ اور کہونگا۔ ابھی تم اس میں دخل نہ دو۔ ابھی تمہیں علم اور تجربہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر یہ نہ کہونگا۔ کہ تم طالب علم ہو کر اس میں دخل نہ دو۔ اگر ایک طالب علم اس بات کے سمجھنے کی عقل رکھتا ہے۔ تو اس کا حق ہے۔ کہ دخل دے۔ اسی طرح اور معاملات میں دوسروں کو حق حاصل ہے۔

مجلس شوریٰ

جماعت سے تعلق رکھنے والے اہم امور کے متعلق مشورہ دیتی ہے مگر مجلس شوریٰ اس بات کے لئے خدائی پروانہ لے کر نہیں آئی۔ ہر ایک احمدی کو حق ہے۔ کہ مشورہ دے۔ پس نہ تو مجلس شوریٰ میرے اور جماعت کے درمیان کوئی روک ہے۔ نہ کوئی نظارت روک ہے۔ کسی ایسے امر کے متعلق جو کسی سے وابستہ ہے۔ سوائے اس کے کہ اس کا ذاتی معاملہ ہو۔ اسے افسر کے توسط سے بھیجنا

یہ بھی قانون مقرر ہے۔

کہ کوئی افسر کسی کاغذ کو روک نہیں سکتا۔ اگر کوئی یہ ثابت کر دے۔ کہ کسی افسر نے کوئی کاغذ روک لیا۔ اور اتنے عرصہ سے جو کہ دفتری کاروبار کے لحاظ سے کسی کاغذ کے آگے بھیجنے کے لئے ضروری ہو۔ زیادہ عرصہ کاغذ روکے رکھا۔ تو پھر وہ براہ راست بھیج سکتا ہے خواہ وہ دفتری کام کے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔

اس کے بعد میں اس

خاص امر کے متعلق

بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جو طالب علموں کی طرف سے میرے پاس پہنچا۔ میں ان کاغذات کو پڑھکر ان سے ایسے امور نکال لونگا۔ کہ ان کی تحقیقات کرنے پر طالب علموں پر کسی قسم کی گرفت نہ ہو سکے۔ مثلاً اگر کسی ایسی بات کے متعلق تحقیقات کرائی جائے۔ کہ فلاں نے ہم سے یہ بات کہی ہے۔ تو اس سے پتہ لگ جائیگا۔ کہ کس سے یہ بات کہی گئی۔ ایسی باتوں کو میں چھوڑ دونگا۔ اور باقی جو باتیں ہیں۔ انہیں لے لونگا۔ مگر طلبا کو میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اگر استادوں میں اس قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں۔ جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ تو بھی ان پر دین کی طرف سے جو ذمہ واری عاید ہوتی ہے۔ وہ دور نہیں ہو سکتی۔

استادوں کے متعلق

اس قسم کی باتیں آج نہیں پہلے بھی کہی جاتی تھیں۔ میں بھی طالب علم رہ چکا ہوں۔ اس وقت کے استادوں کی حالت عام طور پر اس وقت کے استادوں سے اچھی نہ تھی۔ دراصل لوگوں کا یہ

عام طریق

ہے۔ کہ کہتے ہیں۔ پہلے لوگ اچھے تھے۔ اب ویسے نہیں۔ جو لوگ اصل مرض کی تشخیص سے عاجز ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذمہ واری کو ہلکا کرنے کے لئے ایسے بہانے بنا لیتے ہیں۔ اگر اس قسم کی گواہیوں کو لیا جائے۔ کہ کونسے زمانہ کے لوگ اچھے تھے۔ اور کونسے زمانہ کے برے۔ تو ہر زمانہ کے لوگ اپنے سے پہلے زمانہ کے لوگوں کو اچھا کہیں گے۔ اور اپنے زمانہ کے لوگوں کو برا۔ اور یہ سلسلہ حضرت آدمؑ کے زمانہ تک چلتا جائیگا۔ بلکہ ان کے متعلق بھی یہ کہنے والے ہونگے۔ کہ انہیں جنت سے نکال دیا گیا تھا۔ سو یہ غلط طریق ہے۔

اصل بات

یہ ہے۔ کہ جن لوگوں میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ وہ اس قسم کی باتیں بناتے ہیں۔ یہ بہت باریک مسئلہ ہے۔ اور بہت وسیع ہے اور جب تک خدا تعالےٰ کی ساری صفات نہ سمجھی جائیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آسکتا۔ غرض طالب علم اگر چاہیں۔ تو بغیر استادوں کی مدد کے کام کر سکتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں بھی ایسے استاد تھے۔ جو ٹھٹھا مخول بھی کرتے تھے۔ نام بھی دھرتے تھے۔ مگر اس وقت کام ہوا۔ جس وقت طلبا یہ کہتے ہیں۔ کہ اب استاد اچھے نہیں۔ پہلے اچھے ہوتے تھے۔ تو مجھے تعجب آتا ہے۔ اصل بات یہ ہے جب دوسرے پر بھروسہ کیا جائے۔ اور یہ سمجھا جائے۔ کہ فلاں نے یہ بوجھ اٹھانا ہے۔ تو پھر اس کے عیب دکھائے جاتے ہیں۔ میں کوشش کرونگا۔ کہ جو باتیں مجھ تک پہونچائی گئی ہیں۔

ان کی اصلاح

ہو۔ مگر یہ کہنا۔ کہ استاد چونکہ اچھے نہیں۔ اس لئے کام نہیں ہو سکتا۔ یہ ایسی ہی بات ہے۔ جیسے یہ کہا جائے۔ کہ گورنمنٹ چونکہ ہماری امداد نہیں کرتی۔ اس لئے ہم کام نہیں کر سکتے۔ دیکھو اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ کہتے۔ کہ گورنمنٹ ہماری کچھ مدد نہیں کرتی۔ اس لئے ہم کیا کریں۔ تو کیا دنیا میں وہ تغیر ہو سکتا تھا۔ جو آپ کے ذریعہ ہوا۔ آپ نے جو کچھ کرنا تھا خود کیا۔ اور کسی کی کوئی پرواہ نہ کی۔ پس میں طلبا سے بھی کہونگا۔ کہ وہ اپنی اصلاح کریں۔ اور خود دین کے کام کرنے کی کوشش کریں۔

استادوں پر بھروسہ

ہی کیوں کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ان کے محتاج کیوں سمجھتے ہیں۔ مثلاً طالب علموں نے لکھا ہے۔ بعض استاد خود ڈاڑھی نہیں رکھتے۔ تو ہم کیا کریں۔ میں کہتا ہوں یہی کریں۔ کہ

ڈاڑھی رکھیں

جب ڈاڑھی رکھنا ہمارا قومی شعار ہے۔ تو پھر کیوں نہ رکھی جائے۔ اپنا شعار قائم رکھنے سے اپنی قوم کی عزت ہوتی ہے۔ ہماری بھی ایک قومی بنیاد ہے۔ اس کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ ہر ایک قوم کے قومی شعار ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعہ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔

ڈاڑھی کے متعلق

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عیسائی اور مجوسی منڈاتے ہیں۔ تم رکھو۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ ڈاڑھی رکھنے سے عبادت زیادہ قبول ہوتی ہے۔ بلکہ اس کی وجہ

قومی امتیاز

بتا دی۔ گو ڈاکٹر طبی طور پر بھی ڈاڑھی کے فوائد ثابت کرتے ہیں گر میں کہتا ہوں۔ اگر اور کوئی بھی فائدہ نہ ہو۔ تو جب یہ ہمارا قومی شعار ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ اسے قائم نہ رکھا جائے۔ اور اس کی پابندی نہ کی جائے۔ بعض صوفیا نے ایک خاص قسم کا لباس مقرر کر دیا ہے۔ ہم نے انصار اللہ کے لئے بیج مقرر کیا ہے۔ اس کی پابندی ضروری ہے۔ تو بعض باتیں محض شعار اور علامت کے طور پر اختیار کر لی جاتی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی شکایت کی گئی ہے۔ کہ استاد خود

سر کے اگلے حصہ پر بال

رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت